مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

اس شمارہ میں

- اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
- دینی مسائل
- حضرت مولانا منت اللہ رحمانیؒ
- منظوم خراج عقیدت
- ہندوچین سرحدی تنازع......
- صوفیاء کرام کا طریقۂ اصلاح
- اخبار جہاں، طب وصحت
- ہفتۂ رفتہ، ملی سرگرمیاں

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 25 مورخہ ۷/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۹/جون ۲۰۲۰ء روز سوموار

خوداحتسابی: معتدل انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت

بین السطور

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

انسانی فطرت یہ ہے کہ وہ دوسروں کے اعمال، حرکات وسکنات، اقوال والفاظ پر گہری نظر رکھتا ہے، اور ہر پل دوسروں پر تنقید کرنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے، ہماری مجلسی گفتگو کا محور عموماً یہی ہوتا ہے، ظاہر ہے جب اپنے اعمال کی جگہ دوسرے لوگوں کے اعمال وافعال نگاہ میں رہیں گے تو خود احتسابی کا لازمی عمل ہم سے دور ہوتا جائے گا، اس کے برعکس اگر آدمی اپنے اعمال پر نگاہ رکھے تو دوسرا اس کی نگاہ میں بُرا نہیں رہے گا، اس لیے کہ اپنے اعمال کے بارے میں اس سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔

خود احتسابی ایک فطری اور شعوری عمل ہے، تصوف میں مراقبہ اسی لیے کرایا جاتا ہے، دن بھر کے اعمال کا لیکھا جوکھا سر جھکا کر دیکھ لیجئے، لوگ دل کے آئینے میں تصویرِ یار کا ذکر کرتے ہیں، یہاں دل ودماغ کے آئینے میں حسن عمل اور بدعملی کا گراف ہوتا ہے، جسے آنکھ بند کیجئے، گردن جھکایئے اور دیکھ لیجئے، خود احتسابی کے اس عمل سے گناہوں سے بچنے کی بھی توفیق نصیب ہوتی ہے اور توبہ کی بھی، اس عمل کو میں نے فطری اس لیے لکھا ہے کہ جب آپ ایک انگلی کسی کی طرف اٹھاتے ہیں تو دوسری تین انگلیاں اسی ہاتھ کی ہم سے پوچھتی ہیں کہ تم نے اپنا محاسبہ کیا یا نہیں، خود احتسابی ادارے، جماعتیں اور تنظیمیں کرنے لگیں تو اس کے کاموں کا قبلہ کعبہ درست ہوجاتا ہے اور سمت سفر کا تعین صالح بنیادوں پر ہونے لگتا ہے، ادارے، تنظیمیں، جماعتیں اور جمیعتوں کی سالانہ میٹنگوں کے جہاں دوسرے مقاصد ہوتے ہیں، ان میں ایک مقصد خود احتسابی بھی ہوا کرتا ہے۔

تنظیموں اور جماعتوں کی بات چھوڑیے، فرد کی حد تک بھی بیشتر لوگ خود احتسابی سے ان دنوں دور ہیں، اس کا بڑا نقصان یہ ہے کہ ہم ہر کام کے بارے میں یہ سوچتے رہتے ہیں کہ فلاں کی وجہ سے ایسا ہوا ہے، وجہ اپنے اندر تلاشنا خود احتسابی ہے، مثلاً چند سال قبل ایئرفورس کے جوان کو داڑھی رکھنے سے سپریم کورٹ نے منع کر دیا جو یقیناً اسلام مخالف فیصلہ تھا اور بنیادی حقوق کی دفعات میں جو اجازت دی گئی ہے اس سے متصادم بھی، عجوبہ یہ ہے کہ سکھوں پر ایسی کوئی پابندی نہیں ہے بلکہ سکھوں کی ایک رجمنٹ داڑھی اور پگڑی کے ساتھ الگ سے ہے، مسلمانوں نے کبھی ایسا مطالبہ نہیں کیا کہ مسلم رجمنٹ الگ سے بنایا جائے، لیکن مسلمانوں کو اپنے شعار کے ساتھ اپنی مرضی سے جینے کی اجازت تو دینی ہی چاہیے، لیکن آزاد ہندوستان میں ایسا نہیں ہو رہا ہے، یکے بعد دیگرے عدلیہ کے فیصلے مسلمانوں کے خلاف جارہے ہیں، یقیناً یہ تشویش کا موضوع ہے۔ لیکن اس معاملے کا ایک دوسرا رخ بھی ہے اور وہ یہ کہ داڑھی رکھنے والوں کا مجموعی فی صد دس سے زیادہ نہیں ہے، یقیناً جو لوگ نہیں رکھتے ہیں اور ہر صبح گال کھرچنے کو ضروری سمجھتے ہیں وہ بھی ڈاڑھی کے سنت ہونے سے انکار نہیں کرتے، البتہ عملاً وہ اس معاملے میں بے راہ روی کے شکار ہیں اور ڈاڑھی رکھنے میں ان کی دلچسپی نہیں ہے، ایسے میں ہمارے وہ بچے جو ڈاڑھی کو شعار اسلام سمجھ کر رکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے اسکولوں اور ملازمتوں میں دروازے بند ہو رہے ہیں، اگر عام مسلمان اس شعار کی طرف توجہ دیں اور ہر شخص کے چہرے پر خوبصورت ڈاڑھی دکھائی دے تو عدالت کبھی یہ بات نہیں کہہ سکتی کہ ڈاڑھی مسلمانوں کے لیے ضروری نہیں ہے اور وہ ایک متبادل کے طور پر ہے، یہ خیال قانون کی کتاب میں نہیں ہے، یہ ایک مشاہداتی عمل ہے جس کا سہارا لے کر جج صاحبان اس قسم کی رائے زنی کرتے رہتے ہیں۔ اس سے پہلے کئی معاملات ڈاڑھی کے حوالے سے عدالت عظمیٰ میں آچکے ہیں، اور جج صاحبان نے اسی قسم کا تبصرہ کر کے اپنے فیصلے میں ڈاڑھی کو غیر ضروری قرار دیا تھا، ایسا ہی ایک موقع تھا جب مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی موجودہ امیر شریعت وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے جسٹس کاٹجو کے سامنے ڈاڑھی کے معاملہ کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پیش کیا تھا، جسٹس کاٹجو کی سمجھ میں بات آگئی تھی، مقدمہ دوسری بنچ میں منتقل ہوا، فیصلہ آیا اور اس وقت سے جسٹس کاٹجو کی ذہنیت ہی بدل کر رہ گئی ہے۔ اگر مسلمان اس مقدمہ سے سبق لے کر ڈاڑھی کی سنت کو اپنا لیں اور طے کر لیں کہ اس شعار کی حفاظت ہم اپنے عمل سے کریں گے تو سارا ماحول بدل کر رہ جائے گا، اور دوسرے بھی اس بات کو تسلیم کرنے لگیں گے کہ یہ مسلمانوں کی نجی پسند ناپسند، کا معاملہ نہیں ہے، بلکہ اس کی بنیاد شریعت میں ہے اور مسلمان اپنے نبی کی سنت کو نہ صرف نمونہ مانتے ہیں بلکہ اس کے مطابق اپنی زندگی کو ڈھالنا بھی ضروری سمجھتے ہیں، یہ مزاج شریعت کی روشنی میں اپنے اعمال کے جائزہ کے بعد ہی بن سکے گا۔

اسی طرح بہت ساری مساجد ویران پڑی ہیں، آثار قدیمہ والوں کا ان پر قبضہ ہے، مختلف تنظیموں کی جانب سے ان کی واگذاری کے لیے جدوجہد ہو رہی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہم نے خود ہی اس مسجد کو پہلے چھوڑا ہے، ہم نے اسے ویران کر دیا تو وہ دوسرے کے قبضے میں چلی گئی، اگر ہم نے تبدیلی مقام کے وقت اس کا بھی خیال رکھا ہوتا کہ یہاں ایک اللہ کا بھی گھر ہے اور اس کو اپنے سجدوں سے آباد رکھنے کی ذمہ داری ہماری بھی بنتی ہے تو بہت ساری مساجد کو بچایا جاسکتا تھا اور اب بھی اس کے امکانات واضح اور روشن ہیں لیکن ہم نے صرف اپنے مفاد کو سامنے رکھا، اللہ کے گھر کی آبادی کے بارے میں نہیں سوچا، نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ اسی طرح ہم کسی کو کوئی بات کہتے ہیں، اس نے مان کر نہیں دیا تو سوچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اس نے کیوں نہیں مانا، اس طریقہ میں خرابی یہ ہے کہ سارا غصہ دوسرے کی طرف منتقل ہوجاتا ہے، ہم اس معاملہ کو اس طرح بھی تو سوچ سکتے ہیں کہ ہمارے کہنے میں کہاں کمی رہ گئی ہے، اس طرح اپنی کمی کا احساس ہمیں خود احتسابی پر مجبور کرے گا اور ہم اپنے طریقۂ کار میں مثبت تبدیلی کرنے پر قادر ہوسکیں گے۔ یہی حال درس وتدریس کا ہے، طلبہ سبق یاد نہیں کر رہے ہیں، مطالعہ کا اہتمام نہیں کرتے، غیر حاضری کر رہے ہیں، ایسے میں ایک طریقہ یہ ہے کہ ہم سارا قصور ان کا قرار دے کر طلبہ کو مطعون کریں، انہیں جسمانی تعذیب سے گزاریں، اور ایک طریقہ یہ ہے کہ طلبہ کے محاسبے کے بجائے اپنا احتساب کریں کہ پڑھانے میں ہم سے کیا کمی رہ گئی کہ طلبہ سبق کی طرف متوجہ نہیں ہو سکے، احتساب کا یہ عمل ہمیں سوچنے پر مجبور کرے گا کہ تدریس کو دلچسپ بنایا جائے اور طلبہ شوق اور رغبت سے سبق یاد کریں۔

یہ چند مثالیں دی گئی ہیں، ایسی بہت ساری مثالیں ہمارے اردگرد بکھری پڑی ہیں جس سے خود احتسابی کی اہمیت واضح ہوتی ہے، کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہر بات میں دوسرے کو مورد الزام ٹھہرانا صحیح نہیں ہے، اور یہ حقیقت سے دور بھی ہے۔ کبھی کبھی دوسروں کو مورد الزام ٹھہرانے کے بعد جب حقیقت سامنے آتی ہے تو اپنا ہی سر پیٹنے کو جی چاہنے لگتا ہے، اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے اور داخلی سطح پر خود احتسابی کے عمل سے گذر کر ہی کسی نتیجے پر پہنچنا چاہیے۔

گھر خاندان اور اداروں کے نظام کو چست ودرست رکھنے کے لیے بھی انفرادی واجتماعی خود احتسابی کی ضرورت ہوتی ہے، گارجین اور ذمہ داروں کی تھوڑی سی چوک اور ہلکی بے راہ روی سے سارا نظام درہم برہم ہوجاتا ہے، گھر میں بچے وہی سیکھتے ہیں جو وہ بڑوں کو کرتے ہوئے دیکھتے ہیں، بچے بات نہیں مانتے اور کام سلیقے سے نہیں ہو رہا ہے تو خود احتسابی کرنی چاہیے کہ کہیں ہمارے کسی عمل کی وجہ سے لوگوں میں بے راہ روی تو عام نہیں ہو رہی ہے، اپنے اعمال کی اصلاح سے ماتحتوں کے اعمال کو درست کرنا آسان ہوجاتا ہے، **کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته** کے الفاظ اس طرف رہنمائی کرتے ہیں، ماتحتوں کے بارے میں سوال کی وجہ یہی ہے کہ ان کے اعمال دراصل نگراں کے اعمال کا پرتو ہیں۔ خود احتسابی کے لیے ایک استاذ کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ استاد انسان کا اپنا ضمیر ہے، جب کسی انسان کو باہر کی سزا سے زیادہ ضمیر کی سزا کا خوف ہو تو اس کے اعضاء غلط اعمال کی طرف نہیں بڑھ سکتے، یہ ضمیر ایک مانیٹر ہے جو صحیح اور غلط میں فرق بتاتا رہتا ہے اور تنبیہ کرتا رہتا ہے کہ آپ کے اعمال کی بنیاد بیرونی خوف اور لالچ کے بجائے آپ کے اندر کی آواز پر ہونی چاہیے، یہی مفہوم ہے **استفت قلبک** یعنی فتویٰ اپنے دل سے لو، بہت سارے لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے، اپنے دل کی آواز پر کان نہیں دھرتے اور خود احتسابی سے دور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ خود احتسابی کو زندگی کی ضرورت بنانے اور اس کے تصور کو پروان چڑھانے میں خاندان، تعلیمی، ملی، سماجی، مذہبی اداروں اور ذرائع ابلاغ کا مرکزی کردار ہے، لیکن بکی ہوئی گودی میڈیا اپنا احتساب تو کر ہی نہیں پا رہی ہے وہ دوسروں کو خود احتسابی کے لیے کس طرح تیار کر سکے گی، البتہ مختلف قسم کے اداروں سے بجا طور پر یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ خود احتسابی کے عمل کو معتدل انسانی زندگی کی بنیادی ضرورت مان کر اس عمل کو آگے بڑھانے میں اپنی حصہ داری نبھائیں گے۔

خلوت

''جو شخص ہر وقت وعظ ونصیحت سے دوسروں کی نفع رسانی میں رہتا ہے اور کچھ وقت خلوت مع اللہ کا اپنے لیے نہیں نکالتا، اس کی مثال عارف رومی نے اس کنویں سے دی ہے جس سے ہر وقت پانی نکالا جاتا ہو اور سرچشمہ سے پانی جمع نہ ہونے کے سبب اس کنویں سے بجائے پانی کے کیچڑ آنے لگی ہو، اپنے لیے خلوت کا مطلقاً اہتمام نہ کرنے سے کلمات بے نور نکلنے لگتے ہیں، ایسا آدمی ایک کمیت بے کیف اور ایک جسم بے روح بن کر رہ جاتا ہے اور اب اس سے بجائے نفع کے دوسروں کو ضرر پہونچنے لگتا ہے۔

(حضرت مولانا عبدالغنی پھلواریؒ)

بلا تبصرہ

''کسی وبائی مرض میں فوت ہونا اگر ''شہادت'' ہے تو اپنی ہٹ دھرمی سے وبائی مرض میں مبتلا ہو کر مرنا ''خودکشی'' ہے اور اپنی جہالت سے مرض میں مبتلا ہو کر کسی دوسرے تک مرض منتقل کرنا ''اقدام قتل'' ہے، بے شک موت خدا کے ہاتھ میں ہے، مگر احتیاط بندے کو ہی کرنا ہے، لہذا چوکنا رہیے، ہوشیار رہیے اور یاد رکھیے، احتیاط علاج سے بدرجہا بہتر ہے''۔

(حاصل مطالعہ)

اللہ کی باتیں ، رسول اللہ کی باتیں

(از:مولانا رضوان احمد ندوی)

قیامت کے دن ایمان واخلاق کی بنیاد پر فیصلہ ہوگا

وکذالک نولی بعض الظٰلمین بعضا بما کانو یکسبون (سورہ انعام ۱۲۹)اور ہم ظالموں میں سے ایک کو دوسرے پر ان کی شامتِ اعمال کی وجہ سے مسلط کردیتے ہیں۔

مطلب:۔ حق تعالیٰ سبحانہ روز محشر میں لوگوں کو ان کے اعمال واخلاق اور کردار کی بنیاد پر اجتماعیت قائم کریں گے ،یعنی جو فرماں بردار اور نیک بندے ہوں گے وہ مسلمانوں کے رفیق وساتھی ہوں گے اور جنت کے باغوں سے لطف اندوز ہوں گے،اور جو مشرک ونافرمان، گنہگار وبدکردار ہوں گے وہ نافرمانوں اور بدکرداروں کے ساتھ ہوں گے،ان کے درمیان کسی بھی طرح کے رنگ ونسل اور زبان وعلاقائیت کا فرق کیوں نہ ہو وہ سب یکجا ہوں گے،اور اپنے کرتوتوں کی سزا پائیں گے،قرآن مجید میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے واِذا النُّفُوسُ زُوِّجَت لوگوں کے جوڑ اور جماعتیں بنادی جائیں گی تاکہ سب آپس میں ایک دوسرے کو دیکھ کر شرمندہ ہوں اور ندامت کے آنسو بہائیں، یہی دنیا کا بھی دستور ہے کہ نیکوکار کی دوستی اکثر نیک لوگوں سے ہوتی ہے،اور بدکردار اپنے جیسے بدکرداروں سے محبت اور تعلق رکھتا ہے، گویا آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بعض ظالموں کو دوسرے ظالموں کے ساتھ کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا،اگرچہ نسلی اور وطنی اعتبار سے ان میں کتنی بھی دوری کیوں نہ ہو، وہاں دنیا کے سارے سیاسی اتحاد یکسر ٹوٹ جائیں گے،اور صرف اللہ تعالیٰ اخلاق واعمال کی بنیاد پر فیصلہ فرمائیں گے، یہ ایمان واخلاق اور اللہ کی بندگی وعبودیت ایسی چیز ہے جس سے بندے کے اندر پستی اور فروتنی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے روحانیت کی تکمیل بھی ہوتی ہے، بندہ جس حد تک اس کسب وفیض میں ترقی کرے گا،اس کی روحانی ترقی کا سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا اور ظالم اپنے ظلم کی سزا آخرت میں بھگتے گا ہی، دنیا میں بھی اس کی رسوائی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک ظالم پر دوسرے ظالم کو مسلط فرمادیں گے،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من اعان ظالما سلطه الله علیه یعنی جو شخص کسی ظالم کے ظلم میں اس کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسی ظالم کو اس کے ستانے کے لیے اس پر مسلط کردیتے ہیں ،اور اسی کے ہاتھ سے اس کو سزا دلواتے ہیں (معارف القرآن) آج دنیا کے کم وبیش ہر ملک میں مسلمان ظلم وستم کے شکار ہیں، یہود وہنود اور نصاریٰ مسلمانوں کی عزتیں پامال کررہے ہیں، فلسطینی مسلمان صیہونی درندوں کے خونی پنجوں سے لہولہان ہیں، برما کے مسلمانوں کی لرزہ خیز داستان سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں،خود ہمارے وطن عزیز میں مرکز کی برسر اقتدار جماعت کے دلخراش مظالم سے دل کبیدہ خاطر ہے،کبھی قانون سازی کے ذریعے تو کبھی مذہب کی بنیاد پر فرقہ پرستی کے زہر کو ذہنوں میں بٹھانے کی کوشش کی جارہی ہے،جس کی وجہ سے ملک کا امن وسکون غارت میں مل گیا،اس لیے جب قیامت کا دن ہوگا تو سارے ظالم ایک جگہ جمع کردیئے جائیں گے اور پھر وہ اپنے کیے کی سزا پائیں گے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ظالموں کے ظلم سے محفوظ رکھے اور ان کے اندر دفاعی قوتوں کو مستحکم کرنے کی توفیق بخشے۔

صحت کا خیال رکھئے

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دیہاتی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور دریافت کیا کہ یا رسول اللہ کیا ہم علاج ومعالجہ نہ کیا کریں،حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں ـضرور کیا کرو۔اے اللہ کے بندوں، علاج کیا کرو، کیونکہ اللہ نے نہیں رکھی کوئی بیماری مگر اس کے لیے شفا رکھی ہے۔یا فرمایا کہ دوا رکھی ہے،سوائے ایک بیماری کے،صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑھاپا۔(ترمذی شریف)

وضاحت:۔ صحت وتندرستی اللہ کی ایک بڑی نعمت ہے،صحت مند انسان زندگی کے مختلف میدان میں سرگرم عمل رہتا ہے،عبادت وریاضت سے لے کر رزق حلال کیلئے جدوجہد اور تگ ودو میں لگا رہتا ہے،اور خوشی ومسرت کی زندگی بسر کرتا ہے،اس کے بالمقابل بیمار آدمی کی توانائی اور قوت مضمحل ہوجاتی ہے،اور بسا اوقات وہ چلنے پھرنے سے بھی معذور ہوجاتا ہے،اس کی ساری عملی سرگرمیاں معدوم ہوچکی ہوتی ہیں،اس لیے وہ اکثر بستر پر آرام کررہا ہوتا ہے،ایسے مریض انسان کے لئے شریعت اسلام کا حکم ہے کہ وہ اپنے مرض کا علاج کرائے، صحت وقوت کی بحالی کے لئے تدبیر اور حکمت اختیار کرے،صرف قضاء وقدر پر بھروسہ کرکے نہ بیٹھ جائے،اور نہ ہی زندگی سے مایوس ہوجائے، بلکہ جس ذات باری تعالیٰ نے بیماری لاحق کی ہے اس نے اس بیماری کی دوا بھی پیدا کی ہے، صحیح وقت پر ماہر فن اطباء سے دوا وعلاج کرائے ،جیسا کہ مذکورہ حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نووارد اعرابی سے کہا کہ بیماری کا ضرور علاج کرو، کیونکہ اللہ نے ہر بیماری کی دوا بھی پیدا کی ہے، واذا مرضت فهو یشفین جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے اچھا بھی کرتا ہے کا ورد زبان پر جاری رکھے،معلوم ہوا کہ دوا وعلاج کرنا مستحب ہے،اس سے ہرگز پہلوتہی نہ کی جائے ،البتہ دوا بھی زود اثر اسی وقت ہوگی جب کہ اللہ کا حکم ہو،بغیر اذن الٰہی کے دوا موثر نہیں ہوسکتی، جب اللہ چاہتے ہیں علاج موثر ہوتا ہے،اور جب نہیں چاہتے ہیں ہزار تدبیر کے باوجود علاج موثر نہیں ہوتا، بہت سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ فلاں آدمی کا صحیح وقت پر علاج نہیں ہوا اس لئے وہ مرگیا یہ بالکل لغو بات ہے،اگر اس کی صحت اور زندگی مقدر ہوتی تو اللہ تعالیٰ اس کے اسباب بھی پیدا فرمادیتے، ہاں ایک بیماری ایسی ہے جس کا علاج نہیں ہے وہ ہے بڑھاپا،اور بعض روایتوں میں موت کا لفظ آیا ہے کہ اس کا کوئی علاج نہیں ہے، یا یوں سمجھئے کہ بڑھاپے کا انجام بھی موت ہی ہے،جس طرح کسی قدیم درخت کی جڑ کمزور پڑ جاتی ہے تو وہ تیز تند ہواؤں کے جھونکے سے گر جاتا ہے، اگر اس کی قوت کو بڑھانے کی تدبیر کی جائے تو اکثر محنت رائیگاں جاتی ہے،اسی طرح بڑھاپے کی عمر میں اعضائے رئیسہ کی قوت مدافعت ختم ہوتی ہے اور اس پر مختلف طرح کے امراض کا حملہ ہونے لگتا ہے،ایسے وقت میں دوائیاں بھی بسا اوقات اپنا کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، اس لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑھاپا کا کوئی علاج نہیں ہے،نہ تو اس کے اندر جوانی جیسی توانائی آئے گی اور نہ ہی جسمانی قوت پیدا ہوگی۔

دینی مسائل

(از:مفتی محمد احتکام الحق قاسمی)

کورونا وائرس میں وفات پانے والے کی تجہیز وتکفین کا شرعی حکم

سوال :۔ ہندوستان کے مختلف مقامات سے کثرت سے فون آرہا ہے اور لوگ سوال کررہے ہیں کہ موجودہ حالات میں جبکہ کورونا وائرس کی وبا عام ہوگئی ہے،جس سے متأثر ہوکر پوری دنیا میں بکثرت لوگوں کی موت ہو رہی ہے تو کیا اس عام وبا میں مرنے والا مسلمان شہید ہے؟ اس کے غسل، کفن، نماز جنازہ اور تدفین کا کیا حکم ہے؟ جبکہ ڈاکٹروں کی تحقیق کے مطابق یہ مرض متعدی ہے، جو شخص اس میت کو چھوئے گا اس کو یہ مرض لاحق ہو جانے کا قوی اندیشہ ہے، یہی وجہ ہے کہ میت کو پلاسٹک وغیرہ میں لپیٹ کر وارثین کے حوالہ کیا جاتا ہے۔

قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرمائیں!

الجواب وباللہ التوفیق

کورونا کے مرض میں مرنے والا مسلمان حُکماً شہید ہے اور اس کا اللہ کے دربار میں بڑا درجہ ہے۔

شہید حکمی :۔ ایسے مرنے والے مسلمان جو طاعون، ہیضہ یا دوسری وبائی بیماریوں میں یا ڈوب کر مر گئے ہوں، ایسے لوگوں کو آخرت میں شہید کا درجہ ملے گا اور اسی لحاظ سے اجر وثواب دیا جائے گا، اس کی صراحت کئی حدیثوں میں موجود ہے۔

"عن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : الطاعون شهادة لكلِّ مسلم" (الصحیح للبخاری، کتاب الجھاد، باب الشھادۃ سبع سوی القتل، ج:۱،ص:۳۹۷، حدیث:۲۸۳۰)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: طاعون (کی موت) ہر مسلمان کے لئے شہادت (کی موت کی طرح) ہے۔

علامہ طیبیؒ فرماتے ہیں کہ طاعون سے مراد ہر وہ وبائی بیماری ہے جو عام ہوجائے اور اس کی وجہ سے آب وہوا اور لوگوں کے مزاج اور جسم میں اس بیماری کے جراثیم سرایت کرجائیں اور صحت عامہ میں بگاڑ پیدا ہوجائے۔

"وقال الطیبی : الطاعون هو المرض العام والوباء الذی یفسد به الهواء فتفسد به الأمزجة والأبدان والوباء الموت العام والمرض العام" (مرقاۃ المفاتیح:۲/۳۰۳) .

ایسے لوگوں کو غسل وکفن دیا جائے گا اور نماز جنازہ پڑھی جائیگی، یہ سب فرض کفایہ ہے، پھر اعزاز واکرام کے ساتھ دفن کیا جائے گا ، جس طرح عام مسلمان میت کو عزت واحترام سے غسل وکفن دے کر بعد نماز جنازہ دفن کیا جاتا ہے۔

کورونا کے مرض میں مرنے والا مسلمان بھی شہید حکمی ہے، یعنی آخرت میں شہید کا ثواب ملے گا لیکن دنیوی احکام اس پر جاری ہوں گے۔

جہاں تک موجودہ حالات میں کورونا کے مرض میں مرنے والے مسلمان کے غسل کا معاملہ ہے، ان دنوں کورونا میں مرنے والوں کو مضبوط پلاسٹک میں بند کرکے اسپتال سے نکالا جارہا ہے اور اسے کھولنا جرم ہے، یہ بھی کہا جارہا ہے کہ پلاسٹک کو کھولنے سے جراثیم پھیلیں گے جو بیحد خطرناک ہوگا۔حالانکہ WHO کی رپورٹ کے مطابق یہ بات غلط ہے، مگر حالات کے پیش نظر مردہ کو پلاسٹک میں ہی رکھنا چاہئے اور ڈاکٹروں کی ہدایات اور احتیاطی تدابیر کو اختیار کرتے ہوئے پورے جسم پر پانی بہادینا چاہئے "ولو كان المیت متفسخا لیتعذر مسحه كفی صب الماء علیه كذا فی التتارخانیة ناقلا عن العتابیة" (الفتاویٰ الھندیہ:۱/۱۵۸)

اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو بلا غسل نماز جنازہ پڑھ لی جائے،

"تنبیه : ینبغی أن یكون فی حكم من دفن بلا صلاة من تردی فی نحو بئر أو وقع علیه بنیان ولم یمكن اخراجه" (ردالمحتار:۳/۱۲۵) "وان دفن وأهیل علیه التراب بغیر صلاة أو بها بلا غسل ...... صلی علی قبره" (الدرالمختار: ۳/۱۲۵)(وشرطها) ستة : (إسلام المیت وطهارته) مالم یهل علیه التراب فیصلی علی قبره بلا غسل، وإن صلی علیه أولا استحساناً (الدر المختار) قوله : (استحساناً) لأن تلك الصلوة لم یعتد بها لترك الطهارة مع الامكان، والآن زال الامكان وسقطت فریضة الغسل" (ردالمحتار:۳/۱۰۳)

خلاصہ: ۱-وبائی مرض کورونا میں مرنے والا مسلمان حکماً شہید ہے، دوسرے مرنے والے مسلمان کی طرح اس کا بھی حکم ہے۔

۲-کورونا کے مسلم میت پر غسل کے لیے پلاسٹک کے اوپر پانی بہایا جائے گا اور اگر انتظامیہ کی سختی کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو تو جس طرح عام مسلمان کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے بغیر کفن اور غسل اس کی بھی نماز جنازہ پڑھائی جائے، اور جماعت میں صرف چند لوگ شرکت کریں، خیال رہے کہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے۔

۳-جس طرح زندہ انسان قابل احترام وتکریم ہے اور اس کی توہین جائز نہیں ہے اسی طرح کرونا کے مرض میں مرنے والے مسلمان بھی قابل احترام ہیں ان کی توہین جائز نہیں ہے،اس لئے کورونا کے مرض میں مرنے والوں کو ادب واحترام کے ساتھ قبرستان میں دفن کیا جائے۔

۴-بعض لوگ قبرستان میں ایسی میت کو دفن کرنے سے سختی سے روکتے ہیں، اور ہنگامہ کرتے ہیں، ایسا کرنا غلط اور مجرمانہ جسارت ہے۔فقط واللہ تعالیٰ اعلم

محمد ولی رحمانی

امیر شریعت بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

۲۶/شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ

سہیل احمد قاسمی

صدر مفتی امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

پھلواری شریف پٹنہ، بہار

۲۶/شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ

محمد سعید الرحمٰن قاسمی

مفتی امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ

پھلواری شریف پٹنہ، بہار

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ جھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 60/70 شمارہ نمبر 25 مورخہ ۷/ذی قعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۹/جون ۲۰۲۰ء روز سوموار

دعوت وتبلیغ

مسلمان کی حیثیت داعی کی ہے، اسی وجہ سے وہ خیر امت ہے، وسط امت ہے، دوسری امتوں کے لیے قیامت میں شاہد ہے، یہ امتِ اجابت ہے؛ یعنی اس نے ایمان کی دعوت کو قبول کرلیا ہے، اور ان احکامات پر کاربند ہونے کا عہد کیا ہے جو قرآن واحادیث میں مذکور ہیں، پھر جو لوگ ایمان کے باوجود اسلام سے دور ہیں، دینی تقاضوں سے انہیں نفور ہے، ان کے درمیان خدائی احکامات اور نبوی ہدایات کی تذکیر بھی اس کی ذمہ داری ہے کیونکہ معاشرہ کی اصلاح اور سماج کو صالح قدروں کی طرف متوجہ کیے بغیر ہم اسلامی معاشرہ کی تشکیل نہیں کر سکتے، تذکیر کا کام عالمی سطح پر تبلیغی جماعت کے ذریعہ ہورہا ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بڑوں کے اخلاص وللّٰہیت کی وجہ سے اللہ نے اس سے بڑا کام لیا ہے اور پوری دنیا میں اس کی تذکیر کے اثرات تبلیغ کے حوالے سے محسوس کیے جارہے ہیں، روز کی تعلیم، ہفتے کا گشت، دن کے مخصوص ومتعین اوقات میں خصوصی ملاقات، مہینہ کے تین دن، سال کے چلّے اور زندگی کے چار چلّے زندگی کو عموماً صالح اسلامی رخ پر ڈال دیتے ہیں، کمی کوتاہی کے باوجود اس سے اصلاح کا بڑا کام ہورہا ہے۔

تذکیر وتبلیغ کے بعد دوسرا بڑا کام دعوت الی اللہ کا ہے، ان لوگوں تک پیغام پہونچانے کا ہے جن تک اللہ کا کلمہ نہیں پہونچا اور وہ ایمان سے دور ہیں، یہ امت دعوت ہیں، جن تک اللہ کے پیغام کو پہونچانا ضروری ہے، کل قیامت میں اگر اللہ نے پوچھ لیا اور دیگر مذاہب کے لوگوں نے اللہ سے فریاد کیا کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ رہتے تھے، کھاتے تھے، کاروبار کرتے تھے لیکن انہوں نے آپ کا پیغام ہم تک نہیں پہونچایا تو ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا، اس لیے ہماری ذمہ داری یہ بھی بنتی ہے کہ پوری حکمت عملی کے ساتھ دوسروں تک اسلام کے پیغامات، تعلیمات، احکامات اور ہدایات کو پہونچائیں، اسلام کی صحیح تعلیمات سے اس آشنائی کے نتیجے میں غلط فہمیاں دور ہوں گی، ایک دوسرے کو سمجھنے اور جاننے کا مزاج بنے گا، اس کام کے لیے آج کل مکالمہ بین المذاہب کا رواج جو چل پڑا ہے اس سے فائدہ اٹھانا بھی مفید ہوگا، اگر دین کے اعتبار سے اپنا علم پختہ اور اپنا ایمان غیر متزلزل ہو تو اس طریقہ سے بھی فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ سوشل میڈیا، انٹرنیٹ، الکٹرونک میڈیا، پرنٹ میڈیا کا بھی سہارا لیا جاسکتا ہے۔ اس حوالہ سے دعوت کا کام کرنے کے لیے خصوصی تربیت کی بھی ضرورت ہوگی اور مواد کی فراہمی کی بھی۔

دعوت وتبلیغ سے متعلق کام کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے اچھی بات کس کی ہوسکتی ہے جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے اور نیک کام کرے اور وہ مسلمان ہونے کا مدعی ہو، اس آیت میں اللہ نے دعوت الیٰ اللہ کے ساتھ عمل صالح کو خاص طور پر جوڑا ہے، کیونکہ اگر داعی اپنے عمل میں کمزور ہو یا بے عملی کا شکار ہو تو بہت خلوص کے باوجود مدعو اس سے متاثر نہیں ہوتا، اس لئے کہ داعی کا اپنا عمل ہی اس کی دعوت کو جھٹلا رہا ہے تو وہ دوسرے پر کس طرح اثر انداز ہوگا۔

آیت کے آخری حصہ میں جو اننی من المسلمین یعنی اقرار کی بات کہی گئی ہے، اس کا تعلق نعروں سے نہیں ہے بلکہ اس بات سے ہے کہ مشکل حالات میں بھی وہ اسلام کا اعلان کرے، جبر واکراہ خوف ودہشت کی وجہ سے اپنے اسلام کو نہ چھپائے اور نہ انکار کرے۔ بلکہ اس ٹکرے کی منشا خداوندی یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ مسلمان نہ صرف زبانِ قال سے؛ بلکہ زبانِ حال سے بھی اپنے مسلم ہونے کی شہادت دے، ثبوت پیش کرے، زبانِ حال کا اعلان زبانِ قال سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرون اولیٰ میں اسلام تیزی سے پھیلا، کتابیں، اخبارات ورسائل، مدارس وتعلیمی ادارے اس دور میں نہیں تھے، لیکن جو مسلمان جہاں ہوتا تھا وہ اپنی ذات سے، اپنے عمل سے، اپنے کیرکٹر وکردار سے اسلام کا اشتہار ہوتا تھا، دعوت وتبلیغ پر انہوں نے موٹی موٹی کتابیں نہیں پیش کیں کردار پیش کیا، آج اسی کردار کی بازیابی کی ضرورت ہے جو کسی وجہ سے ہم سے کھو گیا ہے۔

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ نے اپنے قیام کے پہلے دن سے جن کاموں پر ترجیحی بنیادوں پر اپنی توجہ مبذول کی ان میں ایک دعوت وتبلیغ بھی ہے، موجودہ امیر شریعت مفکر اسلام حضرت مولانا محمد ولی رحمانی دامت برکاتہم کی فکر مندی اس حوالہ سے بہت بڑھی ہوئی ہے، وہ چاہتے ہیں کہ دعوت وتبلیغ کا یہ کام بلاک، پنچایت اور گاؤں کی سطح تک مضبوط انداز میں کیا جائے اور دینی، اصلاحی، تعلیمی، دعوتی کاموں کو گھر گھر پہونچایا جائے تاکہ مسلمان اسلامی تشخص اور شعار کے ساتھ اس ملک میں باعزت شہری بن کر زندگی گذار سکیں، اس کام کے لیے باصلاحیت افراد کی ضرورت ہے۔ امارت شرعیہ سے منسلک ہوکر دعوتی وتبلیغی خدمات انجام دینے کے خواہش مند افراد کو اس کام کے لیے اپنی خدمات پیش کرنی چاہیے۔

چینی مصنوعات کا بائیکاٹ

ہندوستان میں سودیشی تحریک اور خودکفیل ہندوستان کی منصوبہ بندی کے دوران ہمارے کاروبار اور تجارت کا بڑا انحصار چینی مصنوعات پر رہا ہے اور اس وقت ہندوستان چینی مصنوعات کی بڑی منڈی ہے، سستے ہونے کی وجہ سے چینی سامانوں کی سپلائی یہاں زیادہ ہے، ہندوستان ہی کیا نئے نئے ڈیزائن، فیشن اور کھلونوں کے میدان میں اس کی مصنوعات نے پوری دنیا کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے، ۳۱/مارچ ۲۰۲۰ء کو ختم ہوئے مالی سال کے ابتدائی گیارہ مہینوں میں ہندوستان کے ساتھ چین کا کاروبار ۵۔۳ لاکھ کروڑ روپے یعنی ۴۷/ارب ڈالر کا تھا، امریکن انٹرپرائز اینڈ دی ہیری ٹیج فاؤنڈیشن کی رپورٹ کے مطابق چین کی ۳۵/ سے زائد ایسی کمپنیاں ہیں جس نے ۲۰۰۸ء سے ۲۰۱۹ء کے بیچ دس کروڑ ڈالر سے زیادہ کی ہندوستان میں سرمایہ کاری کی ہے، ان میں علی بابا نے ۷.۵۲/ کروڑ، من مٹلس نے ۹.۱۲۰ کروڑ، سنگشن اسٹیل نے ۸،۸۱۶ کروڑ، سی ٹرپ نے ۸۲۹۴ کروڑ، فوسان نے ۸۲۰۸ کروڑ، بی بی کے ای نے ۴۲۵۶ کروڑ، شنگھائی آٹو نے ۲۶۶۰ کروڑ کی سرمایہ کاری کی جو قابل ذکر ہے، فوسو گروپ بنگلورو کی رییل اسٹیٹ کمپنی میں اکاون فی صدی حصہ داری کی خریداری کا معاملہ آخری مرحلہ میں ہے۔

حالیہ دنوں میں چین سے گلوان وادی میں جھڑپ ہوئی اور ہمارے بیس (۲۰) جوان شہید ہوئے، دس کو چین نے گرفتار کرلیا جو بعد میں رہا کردیے گئے، ایسے میں پورے ملک سے چینی مصنوعات کے بائیکاٹ کی آواز اٹھنے لگی، تاکہ معاشی محاذ پر چین کو نقصان پہونچایا جائے، ہمارے وزیر اعظم نے چین کا نام لیے بغیر ملک کو یہ پیغام دیا کہ دوکاندار بے خوف ہوکر خودکفیل ہونے کی کوشش کریں، وزیر اعظم نے چینی مصنوعات کے بائیکاٹ کی بات صاف صاف اس لیے نہیں کہی کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ چینی مصنوعات کے بائیکاٹ کے پہلے بہت ساری باتوں پر غور کرنا ہوگا، ان میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ کار، ٹمپو اور بائیک کے ستر فی صد پرزے چین سے ہی ہمارے یہاں آتے ہیں، دواسازی کے لئے پچھتر (۷۵) فی صد خام مال اور اینٹی بایوٹیکس دوائیوں کے لیے اٹھہتر (۷۸) فی صد اجزاء ہم چین سے ہی منگواتے ہیں، ہماری پلاسٹک صنعت کا تقریبا پورا انحصار چین پر ہے، بارہ فی صد اسٹیل ہمیں چین فراہم کراتا ہے، ٹی وی، موبائل فون اور الیکٹرونک سامان ستر (۷۰) سے چھہتر (۷۶) فی صد ہمارے مارکیٹ میں چین سے ہی آتا ہے، ۳۰/ فی صد فرنیچر اور اسی (۸۰) فی صد ر پلاسٹک کے کھلونے بھی ہم چین سے ہی برآمد کرتے ہیں، وزیر اعظم جانتے ہیں کہ بائی کاٹ لاک ڈاؤن نہیں ہے کہ وزیر اعظم اعلان کردیں اور چار گھنٹے میں ملک بند ہوجائے، اس بائی کاٹ سے ملک کے کل کارخانے بند ہوجائیں گے، اس لیے یہ فیصلہ اتنا آسان نہیں ہے، ہمارا غصہ بجا ہے، چین کو سبق سکھانے کی بات بھی درست ہے لیکن اگر ہم نے چینی مصنوعات کا بالکلیہ بائی کاٹ کیا تو ہمارے ہزاروں کل کارخانے بند ہوجائیں گے، لاکھوں لوگوں کو بیروزگاری کا سانپ ڈس لے گا اور ملک کو اربوں کھربوں کا نقصان ٹیکس کی کمی کی شکل میں اٹھانا ہوگا، ایسے میں پہلے سے ہی لڑکھڑاتی معیشت کہاں پہونچ جائے گی اس کا اندازہ لگانا چنداں مشکل نہیں ہے۔

اردو کا جنازہ

بہار سرکار نے اردو کا جنازہ نکالنے کی پوری تیاری کرلی ہے، اس نے ۱۵/مئی ۲۰۲۰ء کو مکتوب نمبر ۷۹۹ کے ذریعہ ایک سرکولر جاری کیا ہے جس کے مطابق سکنڈری اسکولوں میں اب صرف چھ اساتذہ، ہندی، انگریزی، حساب، سائنس، سماجیات کے لیے ایک ایک اور اردو، بنگلہ اور سنسکرت کی تعلیم کے لیے ایک استاذ رہیں گے، جن اسکولوں میں فزیکل استاذ کی منظوری ہے وہاں ایک اور استاذ دیے جائیں گے، ظاہر ہے ایک استاذ سنسکرت اردو اور بنگلہ تو پڑھا نہیں سکتا، ایسے میں ان تینوں مضامین کو اختیاری مضمون کی حیثیت حاصل ہوگی، اور اردو استاذ کے مستقل نہ ہونے کی وجہ سے طلبہ اردو سے دور ہوتے چلے جائیں گے، یہ ایک سوچی سمجھی سازش ہے۔ ایک زمانہ میں یہی حرکت اس وقت کے وزیر تعلیم جناب غلام سرور مرحوم نے فارسی کے ساتھ کیا تھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فارسی اسکول وکالج دونوں سے ختم ہوگئی، اُس وقت محکمہ تعلیم کے ارباب حل وعقد کی سوچ یہ تھی کہ فارسی غیر ملکی زبان ہے اس کا بوجھ طلبہ پر کیوں ڈالا جائے، ان لوگوں نے اس بات کو نظر انداز کردیا کہ عہد وسطیٰ کی پوری تاریخ اور بہت ساری دینی، مذہبی کتابیں ہندوستان میں فارسی زبان ہی میں ہیں، اور ان سے طلبہ کو نابلد رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم پورے ایک عہد کی تاریخ کے سلسلے میں اول درجہ کے حوالہ جاتی کتب کو فراموش کررہے ہیں۔

اردو کے ساتھ بھی اب یہی ہونے جارہا ہے، اختیاری مضمون کی حیثیت سے اردو پڑھنے والے پہلے کم ہوں گے اور دھیرے دھیرے ختم ہوجائیں گے، اس قسم کا فیصلہ اس ریاست میں جہاں اردو کو دوسری زبان کا درجہ حاصل ہے بالکل غلط ہے، دراصل حکومت نے یہ سمجھ لیا ہے کہ بہاریوں کی مادری زبان ہندی ہے، اس لیے مادری زبان اور قومی زبان کو ایک ہی خانہ میں ڈال کر ہندی کو لازمی سبجکٹ بنادیا گیا ہے، حالاں کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، بہار ہی میں مادری زبان کے طور پر کئی زبانیں اور بولیاں رائج ہیں، جس کی وجہ سے تہذیبی اور ثقافتی تنوع بھی دیکھنے میں آتا ہے، ایسے میں ضروری ہے کہ اردو کو لازمی مضمون کی حیثیت سے ان لوگوں کے لیے باقی رکھا جائے، جن کی مادری زبان اردو ہے، یہ عجب بات ہے کہ حکومت ایک طرف اردو کی ترویج واشاعت کی بات کرتی ہے، دوسری طرف اس کے سیکھنے، سکھانے کے راستے کو مسدود کررہی ہے، اردو تحریک کاروں، انجمنوں، سرکاری اداروں اور اردو دوستوں کو خصوصی مہم چلاکر اس صورت حال کو بدلنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اردو کا جنازہ دھوم دھام سے نہ نکلے۔ اس سلسلے میں اقلیتی کمیشن نے محکمۂ تعلیم کو اپنے سرکولر پر نظر ثانی کی بات لکھی ہے، لیکن اس کو تحریک بنانے کے لیے عوام کا آگے آنا انتہائی ضروری ہے۔

خود کُشی

فلمی اداکار سوشانت سنگھ راجپوت اپنے گھر میں پھانسی کے پھندے سے جھولتے نظر آئے اور ان کی موت دم گھٹنے سے ہوگئی، پولیس والوں نے اسے خودکشی کا کیس قرار دیا اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ سے بھی اس کی تائید ہوگئی۔

خودکشی ایک انتہائی قدم ہے، جو انسان مختلف احوال میں مایوسی کا شکار ہوکر اٹھاتا ہے، کسی کو نوکری ملنے میں مایوسی ہاتھ آتی ہے، کسی کو قرض کی ادائیگی کے لیے رقم کے حصول میں مایوسی کا سامنا ہوتا ہے، کبھی امتحانات میں ناکامی سے طلبہ مایوس ہوجاتے ہیں اور کبھی عشق ومحبت میں ناکامی اس کا سبب بنتی ہے اور ہمارے نوجوان، کسان، طلبہ وطالبات، فلمی اداکار اس مایوسی کی وجہ سے اپنی زندگی کو موت سے ہم کنار کرلیتے ہیں، اسلام ناامیدی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں میں بھی امید وتوقعات کے چراغ روشن کرنے کی تلقین کرتا ہے، وہ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے کو کفر کے برابر قرار دیتا ہے، اسلام کا عقیدہ ہے کہ اللہ اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے اور حالات کو بدلنے کی قدرت وطاقت اسی کے قبضے میں ہے۔ دوسری طرف اسلام کی فکر یہ ہے کہ انسان کے پاس اپنا کچھ نہیں ہے، یہ جسم وجان بندے کے پاس اللہ کی امانت ہے اور اسے اس میں خیانت کرنے اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کی اجازت نہیں ہے، وہ نہ تو اپنے کسی عضو کو برباد کرسکتا ہے اور نہ ہی اپنی جان کو، ہندوستان کا جمہوری دستور بھی اس کی تائید کرتا ہے اس لیے دستور ہند کے اعتبار سے یہ قابل تعزیر جرم ہے۔

اس لیے مایوسی کو دور کرنے اور مایوس لوگوں میں امید کی کرن جگانے کی ضرورت ہے، ہمیں ہر سطح پر لوگوں کو یہ بتانا چاہیے کہ راستے کبھی بند نہیں ہوتے؛ بلکہ ہر مرحلے میں متبادل موجود ہوتا ہے جس کو استعمال کرکے مایوسی کے دلدل سے یقینی طور پر نکلا جاسکتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح ہر بند راستے کے قریب میں ایک ڈائیورسن متبادل سڑک کے طور پر موجود ہوتا ہے، اس سڑک میں جرکنگ تو ہوتی ہے؛ لیکن اگر آپ نے اس جرکنگ کو برداشت کرلیا تو آگے شاہ راہ تک آدمی پہونچ جاتا ہے، اسی طرح مایوس انسان تھوڑی پریشانی اٹھانے کے بعد امید کی شاہ راہ پر پہونچ سکتا ہے، اور خودکشی سے بچ سکتا ہے، اس لئے کہ خودکشی زندگی کے امکانات کو ہمیشہ ہمیش کے لیے ختم کردیتا ہے۔ کاش سوشانت سنگھ

یادوں کے چراغ (پہلی قسط)ایک قدیم تحریر

امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

: پروفیسر عید محمد انصاری صدر شعبہ فارسی بہار یونیورسٹی مظفر پور

سرکردہ مجاہد آزادی، جید عالم دین، قوم وملت کے بیباک حق گو رہنما اور عظیم رہبر مسلم پرسنل لا بورڈ کے سابق جنرل سکریٹری غریبوں محتاجوں اور بے کسوں کے مسیحا، یہ تھی حضرت امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی مرحوم کی ذات بابرکات۔

راقم الحروف جب درجہ فوقانیہ کا طالب علم تھا اور اپنے گاؤں مقام قصیاہی، پوسٹ کھجولی ضلع مدھوبنی کے مدرسہ میں زیر تعلیم تھا، اس وقت آپ کا نام سنا تھا، لیکن دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا، جب درجہ مولوی میں مدرسہ رحمانیہ سوپول دربھنگہ میں داخلہ لیا اور استاذ گرامی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عثمان صاحب مرحوم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا تو (سوپول مدرسے میں) ایک دوبار نورانی چہرہ دیکھنے، سلام وکلام اور مصافحہ کا موقع ملا، پھر مولوی کے بعد درجہ عالم میں مدرسہ شمس الہدی پٹنہ میں داخلہ لیا، اس وقت سے لے کر 1982 تک کئی بار مختلف موقعوں پر ملاقات کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ 1982 میں لیکچرر شپ کی بحالی کے لیے بھاگلپور جانے کا اتفاق ہوا۔ میرے ساتھ میرے چچازاد بھائی اور گارجین جناب ماسٹر عبدالمجید صاحب اور پروفیسر عابد حسین صاحب (پٹنہ یونیورسٹی پٹنہ) ساتھ تھے، انٹرویو دینے کے بعد سب لوگوں کی رائے ہوئی کہ حضرت امیر شریعت سے خانقاہ رحمانی مونگیر میں ملاقات کی جائے، چنانچہ ہم لوگ خانقاہ جامعہ رحمانی مونگیر پہنچے اور حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا، ایک بار ہمارے ایک بزرگ رشتہ دار جناب شہاب الدین احمد صاحب ریٹائرڈ سپرنٹنڈنٹ انجینئر (جنہوں نے امارت شرعیہ پٹنہ کی عمارت کی تعمیر میں اپنا قیمتی وقت دیا تھا) کے ساتھ پٹنہ ریلوے اسٹیشن پر حضرت سے ملاقات ہوئی، ٹرین کے آنے میں دیر تھی، لہذا کافی وقت بات کرنے کے لیے ملا اور بہت دیر تک مختلف گوشوں پر گفتگو ہوتی رہی، مجھ سے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو؟ میں نے جواب دیا کہ کالج میں پڑھا رہا ہوں اور کچھ ریسرچ کا کام ہو رہا ہے، پوچھا کہ عنوان کیا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ حضرت مخدوم شرف الدین احمد یحیٰی منیری کے غیر مطبوعہ مکتوبات کو ایڈٹ کر رہا ہوں، حضرت بولے کہ تم نے مکتوبات صدی کا مطالعہ کیا ہے؟ اس کے بعد آگے فرمایا کہ جو شخص حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیریؒ کے مکتوبات بالخصوص مکتوبات صدی کو پڑھے گا وہ ہاف مولانا ہو جائے گا، پھر فرمایا کہ میں نے جو مطالعہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوا کہ حضرت شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت عظیم تھی۔

بہت سی ضعیف احادیث جو اوراد ووظائف سے متعلق ہیں ان کے مکتوبات میں درج ہیں، لیکن جب میں ان کی شخصیت کا مطالعہ کرتا ہوں تو محسوس ہوتا ہے کہ ایسی عظیم ہستی سے اس طرح کی ضعیف احادیث کو کسی نے ان کے نام سے منسوب کر دیا ہے۔ یہ تھی حضرت امیر شریعت کی دوررس نگاہ اور عمیق مطالعہ۔ ہمارے ایک قریبی رشتے دار حضرت مولانا ایوب صاحب مصرولیا ضلع مدھوبنی حضرت کے دور طالب علمی کے قریبی دوستوں میں تھے، عقیدت مندوں میں جناب بابو عبدالرحمٰن و بابو عزیز الرحمٰن صاحبان مقام رام کھتاری، ضلع مدھوبنی جب بھی حضرت سے ملاقات ہوتی ان لوگوں کے بارے میں ضرور خیریت دریافت فرماتے، بالخصوص حضرت مولانا ایوب صاحب کے بارے میں فرماتے کہ وہ میرے بہت قریبی دوست ہیں۔ ان سے میرا اسلام کہنا اور یہ بھی کہنا کہ میں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ جس طرح دنیا میں ہم لوگ ساتھ رہے آخرت کی زندگی میں ساتھ رہیں گے اور میرے لئے بھی دعا کریں۔

اچانک ۲۰/مارچ ۱۹۹۱ء کو اخبار سے معلوم ہوا کہ ۱۹/مارچ کی رات حضرت امیر شریعت پر دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا، حضرت کا اچانک وصال پوری ملت اسلامیہ کے لئے ایک عظیم سانحہ تھا، وہ ایسے پرآشوب دور میں ہم لوگوں سے جدا ہو گئے، جب قوم وملت کو ان کی زیادہ سے زیادہ ضرورت تھی، چنانچہ اس عظیم سانحہ پر سیاسی غیر سیاسی، صحافی غیر صحافی، عقیدت مند مسلم غیر مسلم، مرید غیر مرید، ریاست بہار اور بیرون بہار کے لوگوں نے آپ کے وصال پر دکھ کا اظہار کیا، تاثرات اور عقیدت کے نذرانے پیش کئے، اخباروں نے وفات کی خبریں شائع کیں، اور اداریے لکھے۔

قومی تنظیم پٹنہ نے آپ کی وفات کی خبر اس طرح شائع کی۔

”سرکردہ مجاہد آزادی اور جید عالم، مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری اور امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڑیسہ جھارکھنڈ حضرت مولانا منت اللہ رحمانی کا ان کی قیام گاہ خانقاہ رحمانی مونگیر میں دل کا دورہ پڑنے سے انتقال ہوگیا۔ وہ ۷۹ برس کے تھے، ان کی تجہیز وتکفین آج مونگیر میں ہوگی۔ گورنر بہار مسٹر محمد شفیع قریشی نے ان کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا اظہار کیا اور پسماندگان سے ہمدردی ظاہر کی ہے۔ اپنے تعزیتی پیغام میں انہوں نے کہا ہے کہ مولانا کے انتقال سے ملک میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے پورا کرنا ممکن نہیں ہے“۔

مولانا نے مسلم پرسنل لاء پر فرقہ پرست اور مفاد پرست طاقتوں کے ذریعے کیے جانے والے حملوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، اور جب بھی اس طرح کی کوئی کوشش ہوتی تو مولانا سڑکوں پر آجاتے، چاہے وہ شاہ بانو کا معاملہ ہو یا قرآن پر کلکتہ ہائی کورٹ میں مقدمہ یا اسکول کی نصابی کتاب میں داخل حضرت عیسی علیہ السلام کی تصویر کی اشاعت کا مسئلہ۔ مولانا نے ہر موقع پر تحریک چلائی اور اس میں کامیاب بھی ہوئے، انہوں نے مختلف مذہبی امور پر کتابیں بھی تصنیف کیں۔

اندرا گاندھی کے دور حکومت میں زبردستی نس بندی کے مسئلہ میں بھی مولانا نے زبردست مخالفت کی، کتابچے شائع کیے، واقعہ یہ ہے کہ مولانا اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔

حضرت امیر شریعت کی طبیعت پچھلے کچھ دنوں سے ناساز تھی، شوگر کی زیادتی سے نقاہت بہت زیادہ ہوگئی، پھر بھی روزہ اور نماز تراویح کا اہتمام معمول کے مطابق تھا۔ ۱۹/مارچ کی شب میں دس بجے نماز تراویح کی چار رکعتوں کے بعد سینے میں درد محسوس ہوا، آپ مسجد سے آکر بستر پر لیٹ گئے۔ درد بڑھنے لگا اور سانس بے ترتیب چلنے لگی، زیرلب آیات قرآنی اور دعاؤں کا ورد جاری تھا، پندرہ منٹ تک اسی حالت میں گزرے کہ داعی اجل کا بلاوا آگیا اور لبیک کہتے ہوئے روح پاک قفس عنصری کو چھوڑ کر عرش اعلی کی طرف پرواز کرگئی۔ حضرت کے جانشین حضرت مولانا محمد ولی رحمانی کو جو اس وقت پٹنہ میں تھے، فون سے اس کی اطلاع ملی، انہوں نے دفتر امارت شرعیہ کو خبر دی اور خود مونگیر کے لیے روانہ ہوگئے (بقیہ صفحہ ۵/پر)

مطالعہ کی میز سے

منظوم خراج عقیدت

: مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

مولانا محمد انوار الحق داؤد قاسمی متخلص نادمؔ مدھوراپوری حال استاذ مدرسہ عبداللہ بن مسعود حیدرآباد تلنگانہ اچھے مدرس اور بہترین شاعر وادیب ہیں، علوم متداولہ کی تدریس کے ساتھ ادب کی مشاطگی کا فن اور ہنر انہیں آتا ہے، میری ملاقات ان سے دور طالب علمی کی ہے، جب وہ مدرسہ امدادیہ اشرفیہ طیب نگر راجوپٹی سیتامڑھی میں پڑھتے تھے اور میں ان دنوں سالانہ اور ششماہی امتحان کے موقع سے بحیثیت ممتحن وہاں مدعو ہوا کرتا تھا، مجھے یاد نہیں؛ لیکن مولانا خود ہی بتاتے ہیں کہ میں نے ان کا امتحان وہاں لیا ہے، اب تو اساتذہ کو بھی لوگ بھول جاتے ہیں، ممتحن کو کون یاد رکھتا ہے، میری خوش قسمتی ہے کہ میں نے ان لوگوں کا امتحان لیا ہے جو آج ملک و بیرون ملک میں اونچے عہدوں پر فائز ہیں اور دینی، تدریسی، ملی اور مذہبی خدمات انجام دے رہے ہیں، جب کہیں ملتے ہیں تو محبت سے ملتے ہیں، استاذ کی طرح اکرام واحترام کرتے ہیں اور میں کیف وسرور میں ڈوب جاتا ہوں، یہاں پر مجھے اس اقرار میں ذرہ برابر تامل نہیں کہ میرے شاگردوں سے زیادہ تعداد ان لوگوں کی ہے؛ جن کا میں نے مختلف مدارس مثلاً الجامعۃ العربیہ اشرف العلوم کنھواں سیتامڑھی، مدرسہ امدادیہ اشرفیہ طیب نگر راجوپٹی سیتامڑھی، مدرسہ محمود العلوم دملہ مدھوبنی وغیرہ میں امتحان لے کر ان کی حوصلہ افزائی کی اور آج وہ زندگی کی شاہ راہ پر اس قدر تیز دوڑ رہے ہیں کہ انہوں نے مجھے پیچھے چھوڑ دیا ہے، اس سُبک رو کے بارے میں جب امتحان کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ یک بیک میں اونچا ہوگیا ہوں؛ حالانکہ اس اونچائی میں ان طلبہ کی صلاحیتیں بھی شامل ہوتی ہیں؛ جنہوں نے میرے سامنے اپنی طالب علمانہ صلاحیتوں کو کبھی رکھا تھا۔

تمہید لمبی ہوگئی، گفتگو مولانا محمد انوار الحق قاسمی کے اس منظوم خراج عقیدت پر کرنی تھی جو انہوں نے حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد پالن پوریؒ کی وفات حسرت آیات پر عزیزم محمد نظر الہدیٰ قاسمی کی تحریک پر پیش کیا ہے، حضرت کی شخصیت اتنی عظیم تھی کہ شعراء اور نثر نگاروں کے قلم اب تک خون کے آنسو رو رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب کے انتقال پر بہت سے مرثیے کہے گئے، اس وقت وہ سب کے سب میرے سامنے نہیں کہ ان کا موازنہ کرکے بتاؤں کہ اثر آفرینی کے اعتبار سے کون سب سے بڑھا ہوا ہے اور فنی اعتبار سے کس کا مقام اونچا ہے، اتنی بات ضرور ہے ”ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است“ بلکہ میں تو یہ کہا کرتا ہوں کہ آہ وکراہ کے لئے کسی خاص رنگ وآہنگ کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، جدائیگی کا غم جب آہ وکراہ کی صورت میں نکلتا ہے تو اس کا اثر قلب ودماغ پر پڑتا ہی ہے، غم میں ہیئت کی پاسداری اور الفاظ کے انتخاب کا بھی کِسے یارا ہوتا ہے، غم لامتناہی ہوتا ہے اور الفاظ ہمیشہ محدود اور متناہی۔

مولانا محمد انوار الحق داؤد قاسمی نے حضرت مفتی سعید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے گئے اشعار کو ”منظوم خراج عقیدت“ قرار دیا ہے، یہ اصلاً حضرت کی صرف پچیس (۲۵) اشعار پر مشتمل منظوم سوانح ہے، جس میں انہوں نے حضرت کی پوری زندگی، ان کے اساتذہ، ان کے تدریسی میدان عمل، ان کی علمی خصوصیات، ان کی فکری، فنی اپروچ، فکر دیوبند کی آبیاری، اہل سنت کی ترجمانی، علوم قاسم کی پاسبانی، ادائے دلبری، نوائے خوش تری، فن تحقیق کی شناوری، رموز واسرار دین کی دیدہ وری، ان کی حدیث فہمی، ان کے فیض علمی اور علم ولی اللہی کی عقدہ کشائی سبھی کچھ کو مختصر میں دریا بکوزہ کے مصداق سمو دیا ہے، انہوں نے سعید ملت کی داستان حیات اور حسین یادوں کے بیتے لمحات کی روداد سنا کر تسکین قلب وجان کا سامان پیدا کیا ہے، منظوم سوانح میں ناموں کی کھتونی کی وجہ سے شاعری کبھی کبھی اوزان کی پابندی کے ساتھ تُک بندی بن جاتی ہے، جس میں فکر کی ندرت اور تخیل کی رفعت کی تلاش بے سود ہوتی ہے، مجھے خوشی ہے کہ مولانا انوار الحق داؤد نے ناموں کے نظم کرنے کے ساتھ رفعت تخیل کا بھی خیال رکھا ہے، اس طرح اس منظوم خراج عقیدت میں شاعری کے محاسن بھی ہیں اور حقیقت کا بیان بھی، ہندوستان میں منظوم سوانح اور مقالہ کی بنیاد میرے علم کی حد تک پروفیسر ڈاکٹر حافظ عبدالمنان طرزی دربھنگہ نے ڈالی تھی، ان کی ایک درجن سے زائد کتابیں اسی انداز واسلوب میں ہیں، اور مقبول ہیں ”رفتگاں قائماں“ سے انہوں نے جو سلسلہ شروع کیا تھا وہ اس قدر دراز ہوگیا کہ اب ان کی ساری کتابوں کا نام یاد رکھنا بھی مشکل ہوتا ہے، میرا خیال ہے کہ مولانا محمد انوار الحق داؤد کا یہ خراج عقیدت اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور ان کی قائم کردہ روایات کو تسلسل بخش رہا ہے، بعض جگہوں پر اشعار میں تعبیر کا سقم کھٹکتا ہے، جیسے ایک مصرعہ ہے ”حسین یادوں کے بیتے لمحے سنا کر تسکین پا رہا ہوں“ بیتے لمحے سنانے کی تعبیر غیر مستعمل ہے، بیتے لمحے آنی ہیں، وہ ہماری دسترس سے باہر ہیں، اس لئے بیتے لمحوں کا تذکرہ کیا جا سکتا ہے اس کی روداد سنائی جا سکتی ہے، بیتے لمحے سنانے کی بات صحیح نہیں ہے، اسی طرح ایک مصرعہ ہے ”ہر ایک کی خوبی جھلک رہی تھی سعید احمد کی زندگی پر“ زندگی پر خوبیوں کے جھلکنے کے بجائے زندگی میں خوبیوں کا جھلکنا یعنی پایا جانا زیادہ فصیح ہے، یعنی ”پر“ کے بجائے ”میں“ کا استعمال میرے خیال میں ہونا چاہئے تھا، ”پر“ سطح کو بتاتا ہے اور ”میں“ داخلی امور کو، داخلیت، سطحیت کے مقابل ہر اعتبار سے فائق ہے، اس لئے مقام مدح میں داخلیت کو واضح کرنے والے الفاظ زیادہ اچھی ترجمانی کر سکتے ہیں، ایسے موقع سے شعراء ضرورت شعری کا حوالہ دیا کرتے ہیں، میرے نزدیک یہ شاعر کا عجز ہے، جس کے لئے یہ حسین الفاظ وضع کر لئے گئے ہیں، مولانا محمد انوار الحق داؤد کی شاعری میں عجز بیان نہیں ہے، ان کے اشعار ان کی قادر الکلامی، برجستگی، ذہن رسا، تخیل کی رفعت اور فکر کی ندرت کی بین دلیل ہیں، پھر یہ محاورتی جھول کیوں آیا؟ اس کی وجہ توجہ کی کمی ہے جو جذبات کی فراوانی اور خیالات کی برجستگی میں کہیں کھو کر رہ گئی ہے، میں اس اہم منظوم خراج عقیدت پر موصوف کو مبارکباد دیتا ہوں اور ان کی ترقیٔ درجات کے لیے دعا گو ہوں، اللہ کرے ان کا یہ ادبی سفر دوسری مشغولیات کے ساتھ جاری رہ سکے۔

ہندوچین سرحدی تنازعہ۔ کیا گل کھلائے گا

ششانک

یہ انتہائی افسوس کی بات ہے کہ لداخ میں لائن آف ایکچوئل کنٹرول (ایل اے سی) پر پیپلز لبریشن آرمی (چین کی فوج) کی شرمناک حرکت میں کمانڈنگ افسر سمیت ہمارے کئی جوان شہید ہوگئے، دہائیوں بعد ایل اے سی پر ایسی جان لیوا جھڑپ ہوئی ہے۔ حالیہ برسوں میں دونوں ممالک کے فوجی سرحد پر دھکا۔مکی یا مار پیٹ ہی کرتے رہے ہیں، کیونکہ انہیں ہتھیار نہ چلانے کی ہدایات ملی ہوئی ہیں۔ ہندوستان اور چین کے دوطرفہ معاہدوں کے تحت دونوں ممالک کے مابین بات چیت کا راستہ ہمیشہ کھلا رہے گا اور پرتشدد واقعات پر لگام لگائی جائے گی۔ مگر گزشتہ کچھ دنوں سے لداخ میں چینی فوج کی طرف سے پرتشدد واقعات میں تیزی آرہی تھی، گذشتہ پیر منگل کی رات یہ واقعہ اسی تشدد کی اگلی کڑی ہے۔

سوال یہ ہے کہ ہمیں چین کے فوجیوں کے تجاوزات سے پیچھے ہٹنے اور سرحد پر جھڑپ ختم ہونے کی غلط فہمی کیسے ہوگئی؟ واضح ہے، تازہ جھڑپوں کو سنبھالنے کی ہدایات فوجیوں کو ابھی تک نہیں ملی ہیں۔ پہلے چین کے فوجی کچھ میٹر تک گھس پیٹھ کیا کرتے تھے، لیکن اب وہ کچھ کیلومیٹر تک ایسا کرنے لگے ہیں۔ اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ میک موہن لائن پر دونوں ممالک کا اب تک اتفاق رائے نہیں ہوسکا ہے۔ تبت اور ارونا چل پردیش کے درمیان بیجنگ اسے نہیں مانتا، جب کہ اکسائی چین کو ہم اپنا حصہ مانتے ہیں۔ پھر بھی دوطرفہ معاہدوں کے تحت فوجی سرحد پر ہر حال میں امن قائم رکھتے رہے ہیں، ہند اور چین کی اعلیٰ قیادت یہ مانتی ہے کہ ایشیا میں دونوں ممالک کے ابھرنے کے پورے امکان ہیں، اس لئے کشیدگی سے بہتر ہے آپسی رشتوں میں مٹھاس پیدا کیا جانا، لہذا اس جان لیوا تصادم پر فکر کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیں غور وخوض کرنا چاہئے۔

چین کی اس نئی حکمت عملی کے پیچھے کئی اسباب ہوسکتے ہیں، لیکن سبھی کے تار کہیں نہ کہیں کورونا وائرس سے وابستہ نظر آتے ہیں، دراصل وبا نے چین کی ساکھ کو کافی چوٹ پہنچائی ہے۔ ایک طرف مغربی ممالک کورونا کو ’’ووہان وائرس‘‘ کہنے لگے ہیں تو دوسری طرف ان ممالک نے چین سے راحت پیکیج کا مطالبہ کیا ہے، جہاں بیلٹ روڈ انی شیئٹیو کے تحت مختلف پروجیکٹوں پر کام ہورہا ہے، ایسا اس لئے کیوں کہ ان ممالک میں کورونا انفیکشن سے جان، مال کا نسبتاً زیادہ نقصان ہوا ہے۔ نتیجتاً ان ممالک پر چین کا قرض بڑھتا چلا گیا ہے اور اب وہ معاوضے کے لئے چین پر دباؤ بنا رہے ہیں۔ چونکہ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے ایگزیکٹیو بورڈ (جس کے چیف ہندوستان کے وزیر صحت ہیں) نے کورونا وائرس کے جنم کا سچ جاننے کے لئے آزاد جانچ کمیٹی بنائی ہے۔ اس لئے چین سرحدی تنازع کو ہوا دے کر ہندوستان پر دباؤ بنانے کی کوشش کررہا ہے۔ اسی حکمت عملی کے تحت اس نے پاکستان کو مسلسل اکسانے کا کام کیا ہے، اور ان دنوں نیپال کے لیڈروں کو اپنی طرف ملانے کی کوشش میں ہے۔

سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟ 1962 کی غلطیوں کا ایک سبق یہ ہے کہ ہم چین کو اسی کی زبان میں جواب دیں۔ ہمارے فوجیوں نے لداخ کے واقعہ کے بعد ایسا کیا بھی ہے۔ خبر ہے کہ چین کے پانچ فوجی اس جھڑپ میں مارے گئے ہیں۔ لیکن ابھی فوجی ٹکراؤ کی جانب بڑھنا کسی کے لئے بھی خوشگوار نہیں ہے۔ اپنی اپنی اہلیت وصلاحیت میں اضافہ کی کوشش سبھی ممالک کی حکمت عملی کا حصہ ہوتی ہیں۔ ہندوستان اور چین بھی ایسا کرتے رہے ہیں۔ ہندوستان کی حیثیت میں اضافہ کے سبب ہی چین نے ہم سے کئی طرح کے تار جوڑے ہیں۔ پھر چاہے وہ روس کے ساتھ مل کر سہ فریقی گروپ آر آئی سی (روس، ہندوستان اور چین) بنانا ہو، یا شنگھائی کو آپریشن آرگنائزیشن (Shanghai Cooperation Organization) میں ہندوستان کو شامل کرنا، یا پھر برکس (برازیل، روس ہندوستان، چین اور جنوبی افریقہ کی تنظیم) کو ٹھوس شکل دینا۔ اس لئے ابھی بھی ہمیں اپنی اہلیت میں اضافہ پر ہی توجہ دینی چاہئے۔

ایل اے سی کے آس پاس بنیادی ڈھانچہ کا جو تعمیراتی کام چل رہا ہے اسے جاری رکھنا ہوگا۔ ضرورت اپنی فوجی طاقت بڑھانے کی بھی ہے۔ چین اس لئے بھی ناراض ہے کیوں کہ ہندوستان اور امریکہ حالیہ برسوں میں کافی نزدیک آئے ہیں۔ بیجنگ کو لگتا ہے کہ اس کی اندرونی اتھل پتھل اور موجودہ عالمی حالات کا ہندوستان فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ ہمیں اس کی یہ غلط فہمی دور کرنی ہوگی۔ اسے یہ احساس دلانا ہوگا کہ امریکہ یا دیگر ممالک سے بہتر تعلقات ہماری ضرورت ہے۔ اپنی طاقت کا بیجا استعمال نہ کرنا ہندوستان کی بنیادی حکمت عملی رہی ہے اور آگے بھی وہ اسی پالیسی پر عمل کرتا رہے گا۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ ہماری دیگر ضرورتیں بھی ہیں۔ ایشیا میں دہشت گردی کا خاتمہ بھی ایسا ہی کام ہے۔ چین نے کبھی مشرق وسطی اور افغانستان کے دہشت گردانہ گروہوں سے ہاتھ ملاکر ایشیائی ممالک کو غیر مستحکم کرنے کی کوشش کی تھی۔ آج بھی وہ پاکستان کو شہ دیتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ لازم ہے کہ ہم اپنی طاقت اتنی بڑھالیں کہ چین کی ایسی حرکتوں کا منھ توڑ جواب دے سکیں یا پھر وہ ایسا کوئی قدم اٹھانے کی سوچ نہ سکے۔

شیام سرن کمیٹی نے بتایا تھا کہ چین کئی کیلومیٹر تک ہماری سرحد میں داخل ہو چکا ہے۔ واضح ہے امن پسندی کو اس نے ہماری کمزوری سمجھا ہے۔ جس کا ایک نتیجہ 1962 کی جنگ بھی ہے۔ لیکن آج کا ہندوستان اس دور سے کافی آگے نکل چکا ہے۔ پرتشدد جھڑپ ہونے کے بعد بھی ہماری منشا ان سمجھوتوں پر قائم رہنے کی ہے جو دوطرفہ یا کثیر الجہتی ہوئے ہیں۔ سیاسی اور سفارتی طریقے سے ہی ہم ایسا کرسکیں گے۔ چین کو یہ سمجھانا ہوگا کہ سرحد پر امن دونوں ممالک کے مفاد میں ہے۔ ہندوستان اور چین ایشیا کی دو بڑی طاقتیں ہیں، اس لئے اگر وہ آپس میں الجھیں گی تو اس سے پورے براعظم میں عدم استحکام پیدا ہوگا اور اس کا نقصان ظاہری طور پر دونوں ممالک کو ہوگا۔ جس کو اب یہ دونوں ممالک سمجھ رہے ہیں، اسی لئے ہندوستانی افواج اور چین کی پیپلز لبریشن آرمی کے درمیان کور کمانڈر سطح کے مذاکرات کے بعد دونوں فوجیں ٹکراؤ والے علاقے سے پیچھے ہٹنے پر راضی ہوگئی ہیں، مگر دیکھنا یہ ہوگا کہ چین اس امن معاہدے پر کتنا عمل کرتا ہے۔ (بشکریہ: ہندوستان)

بقیہ امیر شریعت رابع حضرت مولانا منت اللہ رحمانی صاحبؒ

.... یہ خبر سن کر سبھی کارکنوں پر سکتہ طاری ہوگیا، حضرت کے دیرینہ رفیق کار اور تربیت یافتہ ناظم امارت شرعیہ مولانا نظام الدین اور قاضی شریعت مولانا مجاہد الاسلام قاسمی خاص طور پر بہت زیادہ متاثر تھے۔ بعد میں مونگیر سے فون کے ذریعے رابطہ ہو۔

مولانا 24 مارچ 1957 کو امیر شریعت منتخب ہوئے، اور 27 مارچ کو امارت شرعیہ کا باضابطہ چارج سنبھالا، اس طرح تقریباً ۳۳/سال تک آپ اس منصب پر فائز رہے۔

وہ 9/جمادی الثانی 1332ھ کو پیدا ہوئے تھے، ان کی تعلیم مونگیر، حیدرآباد، ندوہ اور دیوبند میں ہوئی، وہ تحریک آزادی میں بھی شریک رہے اور 1932ء میں آزادی کی تحریک میں سہارنپور جیل بھی گئے، 1977ء میں وہ مائنورٹی کمیشن کے ممبر بھی رہے۔

مولانا کے انتقال پر ہفت روزہ نئی دہلی کے ایڈیٹر شاہد صدیقی پندرہ نکاتی پروگرام نفاذ کمیٹی کے کارگزار چیرمین جناب عبدالباری صدیقی، مذہبی ولسانی اقلیتی کمیشن کے کارگزار چیئرمین مسٹر جابر حسین اور ایم ایل اے مسٹر معید الرحمٰن، محمد معصوم رحمانی ایڈوکیٹ نے بھی ان کے پسماندگان کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کیا۔

بہار کونسل اپوزیشن کے لیڈر مسٹر سدانند، بہار اسمبلی میں اپوزیشن کے لیڈر ڈاکٹر جگناتھ مشرا، راجندر سنگھ بسمل ایم ایل سی، کمل ناتھ سنگھ ٹھاکر، فدا حسین انصاری، خالد رشید صبا، عبدالمنان، بھاگوت جھا آزاد، وجے شنکر مشرا، پرمانند سنگھ مدن سابق ایم ایل اے شکیل الزماں، صفدر حیات ایڈووکیٹ، محمد معین الدین اور خورشید انور عارفی وغیرہ نے مولانا کے انتقال پر افسوس کا اظہار کیا۔ ان کے علاوہ آل انڈیا مسلم یوتھ مجلس کے ورکنگ صدر مسٹر فیاض بھاگلپوری اور جنرل سکریٹری مسٹر جاوید محمود، نائب صدر جنتادل اقلیتی کمیٹی حافظ وقاری محمد قمر الزماں سبحانی سہرساوی بگھیلوی نے بھی مولانا کو خراج عقیدت پیش کیا۔

مولانا کی نماز جنازہ بعد نماز مغرب مولانا سید نظام الدین ناظم امارت شرعیہ نے پڑھائی۔ تدفین خانقاہ رحمانی مونگیر کے احاطہ میں ان کے والد بزرگوار حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ کے مزار سے متصل ہوئی۔

ان کی آخری رسومات میں اس وقت کے گورنر بہار جناب محمد شفیع قریشی اور وزیر اعلی شری لالو پرشاد یادو، بہار قانون ساز کونسل کے چیئرمین امیشور پرساد ورما، کل ہند انصاف پارٹی کے صدر سید شہاب الدین، صحافی شاہد صدیقی، قاضی امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ مولانا مجاہد الاسلام قاسمی، پروفیسر جابر حسین اور طارق انور کے علاوہ کئی وزراء، ممبران اسمبلی اور سرکردہ شخصیتوں نے شرکت کی۔ روزنامہ قومی تنظیم پٹنہ نے ۲۴/۲۵/مارچ ۱۹۹۱ء کو حضرت کی وفات پر اداریہ لکھا، جس کا عنوان ہے ’’شمع بجھ گئی روشنی باقی ہے‘‘ انہوں نے لکھا ’’مسلم پرسنل لابورڈ کے جنرل سکریٹری اور بہار اڈیشہ کے امیر شریعت حضرت مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کا اچانک وصال پوری ملت کے لئے ایک عظیم سانحہ ہے۔ وہ ایسے پرآشوب دور میں ہم سے جدا ہوگئے، جب ان کی ہمیشہ سے زیادہ ضرورت ملت کو تھی، آڑے وقتوں میں پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی نگاہیں ان کی طرف اٹھتی تھیں، اور جب بھی ایسا کوئی موقعہ آیا تو وہ ملت کے لئے ڈھال بن کر سامنے آگئے، انہوں نے کبھی مایوس نہیں کیا، فرقہ وارانہ فسادات کا مسئلہ ہو یا تحفظ شریعت کا یا بابری مسجد کا، انہوں نے حکومت وقت کی مرضی اور مصلحت سے بے پرواہ ہوکر حق بات کہی اور اس پر اڑے رہے، ان کی ہمہ جہت شخصیت گوناگوں اوصاف خصوصیات کی حامل تھی، جو چیز ان کو اپنے ہم عصروں سے ممتاز کرتی تھی اور جس کی کمی کا احساس ہمیں قدم قدم پر ہوتا رہے گا وہ ہے ان کی حق گوئی اور بے باکی۔ جب ان کی بصیرت ایمانی کسی معاملہ میں حق کو پالیتی تھی تو وہ اس پر چٹان کی طرح اڑ جاتے تھے۔

ایمرجنسی کے زمانے میں جب انتظامیہ مسلمانوں خاص کر داڑھی والوں کو پکڑ پکڑ کر نس بندی کر رہی تھی اور کسی کو اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت نہیں ہورہی تھی، مخالفت میں جو پہلی آواز اٹھی وہ مولانا کی تھی، انہوں نے جگہ جگہ انتظامیہ کے ظالمانہ رویہ کی مذمت کی اور ایک معرکۃ الآراء کتابچہ اس کے خلاف لکھ کر بتایا کہ شریعت اسلامی میں نس بندی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس سے نہ صرف حکومت کے سامنے ایک واضح موقف آ گیا بلکہ ان کوششوں کو بھی بے اثر کرنے میں مدد ملی۔ بعض علماء کی طرف سے حکومت کے اشارے پر شریعت میں اس طرح کی گنجائش کرنے کے سلسلے میں کوششیں ہورہی تھیں، پہلے یہ کتابچہ اردو میں چھپا اور بعد میں انگریزی اور ملک کی دوسری زبانوں میں ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر انہوں نے پورے ملک میں تقسیم کروایا۔ اندرا گاندھی کی سرکار تلملا گئی، دہلی کی مرکزی انتظامیہ نے ریاستی حکومت کو بار بار لکھا کہ مولانا کو پکڑ کر جیل میں بند کردیا جائے، لیکن ریاستی حکومت کو ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں ہوئی، دراصل مولانا نے یہ طے کرلیا تھا کہ اس کے لئے اگر جیل جانا پڑا تو جائیں گے لیکن اپنے موقف سے پیچھے نہیں ہٹیں گے، گذشتہ نومبر کے آخری ہفتے میں مولانا نے بھاگل پور میں ایک اجتماع کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک خدا کے سامنے جھکنے والے ظالموں اور جابروں کے سامنے اپنا سر نہیں جھکا سکتے، انہوں نے حکمرانوں کے سامنے حق بات کہنے میں خوف محسوس نہیں کیا۔ پچھلے دنوں جب بابری مسجد کو منتقل کرنے یا اس سے دست بردار ہونے کی باتیں زور پکڑنے لگیں تو مولانا نے محسوس کیا کہ اس معاملے کی اصل حیثیت اور مسجد کی شرعی حیثیت کے بارے میں مسلم پرسنل لا بورڈ کا موقف سامنے آنا چاہئے تاکہ سودے بازی، مصلحت پسندی اور جوڑ توڑ کی گنجائش باقی نہ رہے، انہوں نے مسلم پرسنل لا بورڈ کا ہنگامی اجلاس دہلی میں بلایا اور اس میں ایک جامع قرارداد منظور کرکے حکومت کو بتادیا کہ بابری مسجد ہمیشہ سے مسجد رہی ہے یہ کسی مندر کو توڑ کر نہیں بنائی گئی ہے، اس لئے بابری مسجد جس حال میں وہ ۲۲/دسمبر ۱۹۴۹ء کو تھی مسلمانوں کو واپس کی جائے، بورڈ نے فرقہ وارانہ صورت حال پر غور کرنے کے بعد ایک سخت قرارداد منظور کی، جس میں فاشسٹ قوتوں سے نمٹنے میں حکومت کی ناکامی کی مذمت کرتے ہوئے مسلمانوں کو حفاظت خود اختیاری کے اصول پر عمل کرنے کا مشورہ دیا اور کہا کہ یہ نہ صرف قانونی اور اخلاقی حق ہے، بلکہ دینی فریضہ بھی ہے، مسلمانوں کی جان اور مال واسباب سب اللہ کی امانت ہیں، اس سے محروم کرنے کے لئے جو لوگ حملہ آور ہوں ان کا مقابلہ کیا جانا چاہئے، مولانا نعرے بازی اور سڑکوں پر محاذ آرائی کے خلاف تھے، لیکن جہاں حق کا سوال ہو وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہنے اور کسی طرح کی مصالحت نہ کرنے کا مزاج رکھتے تھے۔ (بقیہ آئندہ)

صوفیاء کرام کا طریقۂ اصلاح

مولانا محمد سعود عالم قاسمی

تصوف کا بنیادی مقصد نفس کا تزکیہ اور باطن کی اصلاح ہے، اس لیے صوفیائے کرام کے نظام تربیت میں سارا زور نفس کو اوصاف رذیلہ سے پاک کرنے اور اوصاف حمیدہ سے آراستہ کرنے پر دیا جاتا ہے، اور یہی انسان کی کامیابی کا سیدھا راستہ ہے، قرآن پاک میں ارشاد ہے **قد افلح من زکھا وقد خاب من دسھا** وہ شخص کامیاب ہوگیا جس نے اپنے نفس کا تزکیہ کیا اور وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے مٹی میں ملا دیا، نفس انسانی کی مثال زمین سے دی جاتی ہے کہ اگر زمین کو انسان بے کار چھوڑ دے تو اس میں جھاڑ جھنکاڑ نکل آتے ہیں، کانٹے اور جھاڑیاں اُگ جاتی ہیں اور جنگل بن جاتا ہے، اس کو موذی جانور اور پرندے اپنا مسکن بنا لیتے ہیں اور انسان اس کے قریب جاتے ہوئے ڈرتا ہے۔

اور اگر اسی زمین میں محنت کی جائے، ہل چلا کر ہموار کر دیا جائے، آبپاشی کی جائے اور کاشت کاری کی جائے تو اسی زمین سے غلہ، اناج پھل پھول برآمد ہوتے ہیں، جو انسان کی غذا اور بقا کا ذریعہ ثابت ہوتے ہیں اور انسان کا دل خوش ہوتا ہے مولانا رومی کہتے ہیں:

در بہاراں کے شود سر سبز سنگ
خاک شو تا گل بز روید رنگ رنگ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن جو قرآن نے بیان کیا ہے وہ تلاوت آیات، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب اور تعلیم حکمت ہے

"**یتلوا علیھم آیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتب والحکمۃ**" تعلیم انسان کو باہر کی دنیا کے شر و رفتن سے آگاہ کرتی ہے اور ان سے محفوظ رہنے کی تدبیریں بتاتی ہے۔ جبکہ تزکیہ نفس اندرونی دنیا کے مہلک شر و رفتن سے متنبہ کرتا ہے اور ان سے پاک ہونے کی راہیں دکھاتا ہے، اگر غور کیجیے تو یہ دونوں چیزیں انسانی زندگی کے لیے بنیادی ہیں، ان راستوں پر چل کر اور ان تدابیر پر عمل کر کے انسان کی زندگی مکمل ہوتی ہے اور وہ جانوروں سے ممتاز ہوتا ہے اور اللہ کا مطلوبہ انسان بنتا ہے تصوف کا اساسی مقصد نفس کے شر و رفتن کو دور کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "**و اما من خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی الماوی**"

علوم شرعی کی طرح تصوف کی تعلیم و تدریس نہیں ہوتی بلکہ ایک طریقہ تربیت ہے جس میں عملی تربیت، راہ سلوک اور مجاہدہ نفس کے ذریعے اس مقصد کو حاصل کیا جاتا ہے۔

ہندوستان کے اولین محدثین میں مشارق الانوار کے مصنف علامہ صغانی کا اسم گرامی آتا ہے، ہندوستان میں شمع نبوت کی روشنی پھیلانے میں ان کا بڑا کارنامہ ہے مولانا صغانی بڑی سی پگڑی باندھتے تھے اور بہت لمبی چوڑی آستینوں کا کرتا پہنتے تھے یہ اس زمانے کے علماء کی ہیئت تھی جب وہ ناگور تشریف لے گئے تو ایک صاحب نے مولانا سے بہت اصرار کیا کہ میں آپ سے کچھ علم تصوف سیکھنا چاہتا ہوں۔

مولانا نے کہا کہ یہاں تو مجھے بالکل فرصت نہیں ہے، لوگ حدیث شریف کی سماعت کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اتنا وقت نہیں بچتا کہ تمہیں علم تصوف سکھاؤں، البتہ اگر تمہیں ایسی ہی خواہش ہے تو میرے ساتھ چلو جب ہم غیر مسلموں کے علاقے میں پہنچیں گے جہاں علم حدیث اور فقہ کے طلبگاروں کا اتنا ہجوم نہیں ہوگا تو میں تمہیں اطمینان سے علم تصوف سکھاؤں گا، چنانچہ مولانا اور علم تصوف کے طالبعلم نکلے اور ناگور سے جالور کی طرف راہی ہوئے، گجرات کی سرحد کے شروع ہوتے ہی مولانا نے اپنی لمبی آستینوں والا کرتہ اور بڑی پگڑی لپیٹ کر ایک بقچے میں رکھیں اور کوتاہ آستینوں کا درویشوں والا لباس زیب تن کیا سر پر کلاہ، پاؤں میں جوتے کی جگہ کھڑاوں آ گئیں، ایک مٹّی کا آب خورا پانی پینے کے لئے لے لیا اور نماز و نفل پڑھتے ہوئے سفر کی منزلیں طے کرنے لگے جب اس طرح کئی دن گزر گئے تو اس طالب تصوف نے کہا کہ مولانا آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے کچھ علم تصوف سے سکھائیں گے اور اس امید پر میں گھر بار چھوڑ کر آپ کے ساتھ لگ گیا ہوں مگر آج اتنے دن ہوگئے آپ نے ایک بات بھی نہیں سکھائی مولانا فرمانے لگے کہ میاں علم تصوف قال نہیں حال ہے جیسے میں عبادت کر رہا ہوں اور عام لوگوں سے برتاؤ کر رہا ہوں بس ویسے ہی تم بھی کئے جاؤ یہی علم تصوف کہلاتا ہے۔

تصوف میں سب سے پہلے سالک کی اپنی تہذیب و تربیت اور احوال کی اصلاح پر توجہ دی جاتی ہے، اس کے لیے احکام و اوراد کی پابندی وظائف کی پابندی، نفس کشی، خلائق سے دوری، عزلت و گوشہ نشینی، ترک خواہشات اور ترک لذات، مراقبہ اور ذکر و فکر کا انتظام کیا جاتا ہے، قلت طعام، قلت کلام، اور قلت صحبت انام کو اصول بنایا جاتا ہے، اللہ اور اس کے رسول نے تزکیہ کے لیے جو ہدایات دی ہیں ان کی خاص تربیت اور تنظیم کے ساتھ اخلاص اور تسلسل کے ساتھ تعمیر کی جاتی ہے، پروفیسر عبدالحق انصاری کے بقول نفس انسانی کو اخلاقی اور نفسانی برائیوں سے پاک کرنا، محاسن اخلاق سے آراستہ کرنا، خدا کی نافرمانی سے بچانا اور خوف وخشیت، یقین اور اخلاص محبت جیسی صفات پیدا کرنا طریقت کا سایہ ہے، طریقت کا دوسرا حصہ ذکر و فکر اور عشق الٰہی کے ذریعے اپنی ذات سے فانی اور خدا کی ذات سے واصل ہونا ہے، جس کی تشریح کے لیے صوفیاء کرام نے فنا و بقا، جمع، جمع الجمع، فرق اور تفرقہ وغیرہ اصطلاحات وضع کی ہیں اور متعلقہ احوال کے بیان کے لئے غیبت و حضور، عود، محو و اصطلام، صحو و سکر جیسے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

تصوف کی ابتداء سادگی اور تہذیب نفس کی عمومی تعلیمات کی پابندی سے ہوتی ہے، مگر جیسے جیسے یہ سلسلہ آگے بڑھتا ہے اس میں بہت سے طریقے اور شامل ہو جاتے ہیں اور اسے ایک نظام کی صورت عطا کرتے ہیں، پروفیسر عبدالحق اس کا تعارف اس طرح کراتے ہیں:

طریقت یا وصول اللہ کا جو طریقہ صوفیہ اختیار کرتے ہیں اس کے پہلے حصے میں سالک اپنے نفس کا تزکیہ، اخلاق کی تہذیب، معاصی سے اجتناب اور اطاعت کی تکمیل کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور توبہ و انابت، خوف و خشیت، صبر و شکر اور یقین و توکل جیسی صفات پروان چڑھانے میں لگا رہتا ہے۔ طریقت کے دوسرے حصے میں اس کی تمام تر توجہ ذکر و فکر پر مرکوز ہوتی ہے، ہر چیز سے ہٹ کر پوری قوت اسی پر لگا رہتا ہے اور عشق الٰہی کی لَو کو اس قدر تیز کرتا ہے کہ اپنی ذات سے فنا ہو کر خدا سے واصل ہو جائے۔

یہ سارا سفر اسے ایک ایسے مرشد کی رہنمائی میں طے کرنا ہوتا ہے جو خود پوری مسافت طے کر چکا ہو، سفر کے تمام نشیب و فراز سے واقف ہو اور مریدوں کی رہنمائی کی صلاحیت رکھتا ہو۔

صوفیہ کرام کا طریقہ اصلاح علماء، دعاۃ اور مبلغین و مصلحین سے قدرے مختلف ہے، وہ عوام کی اصلاح کے لئے عمومی طریقہ نہیں اختیار کرتے، ارشاد و تلقین کے لئے وہ عوامی جلسے اور مواعظ کی مجلس کا اہتمام نہیں کرتے اور نہ اصلاحی دورے کرتے ہیں، ان مروجہ اصلاحی طریقوں کے علی الرغم اپنے زاویہ اور خانقاہ میں بیٹھ کر وہ ذکر و فکر میں مشغول رہتے اور چلہ کشی کرتے ہیں، جو لوگ ان سے اعتقاد رکھتے ہیں اور ان کی طرف رجوع کرتے ہیں صوفیہ ان کی طرف توجہ کرتے ہیں اور ان کی اصلاح و تربیت کی فکر کرتے ہیں اور جو لوگ ان سے رجوع نہیں کرتے ان کی اصلاح و تربیت کی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی اور وہ ان کی فکر نہیں کرتے۔

شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں: "صوفیہ کے دروازے ہر ایک کے لئے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، امیر ہو یا غریب کھلے تھے اور ان کا کام ہر ایک میں بلا کسی تفریق کے "ارشاد و ہدایت" تھا، ایک ہندو کے قبول اسلام سے انہیں جتنی خوشی تھی شاید اس سے زیادہ ایک مسلمان کے ترک گناہ سے ہوتی۔

صوفیہ کے اس جامع نقطہ نظر کو "سلسلۃ الذہب" کے مصنف نے ایک مشہور سہروردی بزرگ (شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ) کا ذکر کرتے ہوئے خوب واضح کیا ہے اور ان کی نسبت لکھا ہے:

"لوگوں کی ارشاد و ہدایت میں کفر سے ایمان کی طرف، گناہ سے عبادت کی طرف، نفسیات سے روحانیت کی طرف ان کا بڑا مرتبہ تھا"۔

مشائخ کبار کے سامنے یہی مطمح نظر تھا جو سلسلۃ الذہب کے بیان کے مطابق شیخ بہاؤ الدین کا تھا، وہ ہر ایک کو خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایک بلند تر روحانی زندگی کا پیغام دیتے اور اس کا عملی نتیجہ یہ تھا کہ کفار اسلام کی طرف راغب ہوتے اور عام مسلمان ایک پاک اور بے عیب زندگی کی طرف۔

خانوادۂ چشتیہ کے مشہور بزرگ شیخ کلیم اللہ شاہجہاں آبادی نے بھی اپنے مکتوب میں اسی نقطہ نظر کی ترجمانی کی ہے، "دراں کوشید کہ صورت اسلام وسیع گردد و ذاکرین کثیر"۔ ایک اور جگہ وہ فرماتے ہیں: "بہر حال در اعلائے کلمۃ الحق کوشید و از مشرق تا مغرب ہمہ اسلام حقیقی بر کنید"۔ یعنی صوفیہ کا مطمح نظر اسلام کی اشاعت نہیں بلکہ اسلام حقیقی کی توسیع تھا، جس کی ضرورت فقط غیر مسلموں کو نہیں بلکہ بہت سے مسلمانوں کو بھی ہے۔ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے مریدوں میں سے ایک نوجوان اپنے ساتھ اپنے ایک ہندو دوست کو لے کر حضرت کی خانقاہ میں آیا، اور اس کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ "یہ میرا بھائی ہے"۔ حضرت نے اس نوجوان سے پوچھا کہ "تمہارے اس بھائی کو اسلام کی بھی رغبت ہے یا نہیں؟"۔ اس نے کہا کہ میں اسے مخدوم کی خدمت میں لے کر اسی لئے حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی نگاہ کی برکت سے یہ مسلمان ہو جائے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی آنکھیں نم ہوگئیں اور فرمایا: "ایں قوم را چنداں بگفتہ کسے دل نہ گردد، اما اگر صحبت صالح بیاید امید باشد کہ ببرکت صحبت او مسلمان شود"۔

(اس قوم پر کسی کے کہنے سننے سے اثر نہیں ہوتا، ہاں اگر کسی صالح کی صحبت نصیب ہو جاتی ہے تو امید ہوتی ہے کہ اس کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہو جائے)

صوفیہ کرام یہ محسوس کرتے تھے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا عمومی فریضہ سلاطین سے وابستہ ہے یا علماء کرام سے۔ صوفیہ اس ذمہ داری کو اپنے دائرے اور زاوے میں رہ کر ہی انجام دے سکتے تھے، اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ صوفیہ کرام عام انسانوں سے کثرت اختلاط کو نفس کی تربیت کے لئے اور تعلق باللہ کے لئے مضر سمجھتے تھے، اسی لئے وہ امراء اور سلاطین وقت کے یہاں بھی حاضر ہونے سے گریز کرتے تھے اور ان سے عموماً ربط و تعلق استوار نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ قطب الدین مبارک شاہ خلجی نے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اور اپنے ایک ملازم کو شیخ کو بلانے کے لئے بھیجا، اس کو شیخ نے جواب دیا کہ میں گوشہ نشیں ہوں کہیں نہیں جاتا ہوں اور میرے پیروں کی بھی یہ رسم اور عادت نہیں تھی کہ وہ وزیر اور بادشاہوں کے مصاحب بنیں، مجھے معاف رکھیے اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ صوفیہ، امراء و سلاطین کی اصلاح و تربیت کی ضرورت نہیں محسوس کرتے تھے اور حکومت میں جو غیر شرعی امور انجام پاتے ان پر وہ مطمئن تھے یا ان کے دل میں اصلاح احوال کی کوئی خواہش اور امید نہ تھی، بلکہ سلاطین کے ذریعہ ملک میں رونما ہونے والے واقعات سے ان کو سروکار تھا، مگر وہ اپنی خانقاہ سے نکلنے اور طریقہ اصلاح کو تبدیل کرنے پر راضی نہ تھے، البتہ جو حکام وقت ان سے تعلق رکھتے تھے اور جو امراء ان سے عقیدت و تعلق رکھتے تھے ان کی اصلاح و تربیت پر وہ توجہ دیتے تھے۔ اور ان کو غیر شرعی کاموں سے اجتناب کرنے کی تلقین کرتے تھے اور اس کا خاطر خواہ اثر بھی ہوتا تھا۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور ان کے نامور خلفاء کے پاس امراء وقت حاضر ہوتے تو یہ مشائخ ان کو نظر انداز نہیں کرتے بلکہ ان کی اصلاح کی طرف توجہ دیتے، ان کو غیر شرعی امور سے توبہ کرنے کی تلقین کرتے اور دینی امور کے التزام کی نصیحت کرتے، اس طرح بہت سے حکام کو برے کاموں سے توبہ کرنے کی توفیق ملتی تھی اور دینی کاموں کو انجام دینے کی ترغیب حاصل ہوتی تھی۔

چنانچہ وقائع نگاروں نے خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ "بہت سے وہ ارباب حکومت جو فسق و فجور کی طرف مائل تھے، حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دینی اصلاح اور یقینی فلاح کا التزام و استحکام کرتے"۔

امریکی سیاہ فاموں کو شاہین باغ سے ملی ترغیب

نواب علی اختر

کورونا جیسی عالمی وبا سے عوام کو بچانے کے لیے جہاں اقوام عالم نے اپنی پوری طاقت جھونک رکھی ہے وہیں اس وبا سے سب سے زیادہ متاثر ٹرمپ کے امریکہ میں سیاہ فاموں کے خلاف نسلی مہم چل رہی ہے جس کی وجہ سے ٹرمپ کے دور اقتدار میں حقوق انسانی کا علمبردار اور سپر پاور کہلانے والے امریکہ میں سفید فاموں کی اجارہ داری قائم رکھنے کی خاطر سیاہ فاموں کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جا رہا ہے جس سے دنیا کے بیشتر ممالک میں جہاں اقلیتیں خود کو محفوظ سمجھ رہی تھیں وہاں بھی ایک نئے قسم کا خوف پایا جا رہا ہے۔ آخر امریکہ میں سیاہ فام کے خلاف تازہ نفرت کی مہم کیوں چھیڑی گئی ہے؟ ایسا شاید اس لئے بھی ہو رہا ہے کیونکہ امریکہ میں عنقریب صدارتی انتخابات ہونے والے ہیں اور دنیا کے تقریباً سب سے طاقتور ملک کا اقتدار ہتھیانے کے لیے سیاہ فاموں کے خلاف نفرت انگیزی سے سفید فام کو متحد کرنا آسان ہو سکتا ہے۔

سیاسی فائدے کے لیے نسلی ظلم کا راستہ اختیار کرنے کی تاریخ امریکہ میں اتنی ہی پرانی ہے، جتنا خود امریکہ۔ یہاں ایک آزاد معاشرے کا قیام غلاموں کی نیلامی، بچوں کی والدین سے علیحدگی، اپنی زبان بولنے پر پابندی اور بے لگام مظالم اور قتل و غارت سے ہوا۔ سیاہ فاموں پر جو ظلم روا رکھے گئے انہیں اس کا احساس لگاتار ہوتا رہا اور انہیں جلد محسوس ہو گیا کہ اس ظلم کی چکی میں پسنے والے وہ تنہا نہیں ہیں۔ امریکہ سفید فام لوگوں کے لیے تو جنت کا منظر رہا ہے لیکن بیڑیوں میں جکڑے ہوئے غلام بن کر آنے والے سیاہ فاموں کے لیے یہ ایک نہ ختم ہونے والا ڈراؤنا خواب رہا ہے۔ محمد علی کلے، مارٹن لوتھر کنگ، میلکم ایکس اور لاتعداد دوسرے سیاہ فام مردوں اور خواتین کے ساتھ باراک اوباما نے بھی نسلی امتیاز کے خلاف آواز اٹھائی ہے لیکن جارج فلائیڈ کی موت پر پوری دنیا سے جس غم و غصے اور یکجہتی کا اظہار کیا گیا ہے، اس کی مثال پوری سیاہ فام جدوجہد کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ جارج نے اپنا جو دکھ اپنی ماں کو ایک پولیس آفیسر کے گھٹنے کے نیچے اپنی سانس ٹوٹتے ہوئے بیان کیا تھا، وہ لاک ڈاؤن میں کروڑوں دلوں پر نقش ہو گیا۔

امریکہ کے سیاہ فاموں نے کھیل، موسیقی، مسلح افواج میں خدمات، سیاست اور چرچ کی دنیا میں اپنی کارکردگی سے بہت نام پیدا کیا۔ کولن پاول امریکہ کے آرمی چیف اور کابینہ کے اہم رکن رہے، باراک اوباما صدر رہے لیکن نسلی منافرت کے بت کو ایسی ضرب کسی نے نہیں لگائی، جیسی ٹرمپ کے دور اقتدار میں لگی ہے۔ اب کی بار دکھ کے مارے سیاہ فام نسل پرست گوروں سے ٹکرانے باہر نہیں نکلے۔ اب انصاف اور برابری پر یقین رکھنے والے ہر نسل، قوم، مذہب، عقیدے اور طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ، پولیس افسران اور سیاست دان، سب کے سب اس ظلم کے خلاف سیلاب کے ریلے کی طرح آئے ہیں، جو پوری دنیا میں پھیل گیا ہے۔ اس احتجاج کی دعوت کسی جماعت، کسی لیڈر، کسی بڑے نام والے نہیں دی۔ جارج کے دل کی آواز ایک غیر محسوس طریقے سے تمام انصاف پسند دلوں میں پہنچ گئی ہے۔

ایک ایسی تبدیلی جو اس سے پہلے کہیں نظر نہیں آئی، وہ یہ ہے کہ پولیس، مقامی حکومتوں، کانگریس اور سینیٹ کے لیڈروں نے گھٹنے ٹیک کر جارج اور ظلم کے شکار ہونے والوں کو احترام، دوستی، انصاف اور امن کا پیغام دیا ہے۔ ہتھیار اٹھانے کی روایت کو چھوڑتے ہوئے ہتھیار ڈال کر دوستی کا ہاتھ بڑھانے میں کوئی جھجک، شرم یا گھبراہٹ محسوس نہیں کی۔ دلوں کے درمیان جو برف کی دیوار تھی، وہ پگھلنا شروع ہو گئی ہے۔ لوگوں کو رنگ اور نسل کے ظاہری فرق کے پیچھے یکجہتی نظر آنے لگ گئی ہے، یہ ایسی تبدیلی ہے، جس پر کہا جا سکتا ہے کہ امریکہ کے انصاف پسندوں کو یہ ترغیب ہندوستان کی راجدھانی دہلی کے شاہین باغ سے ہی ملی ہوگی جہاں جمہوریت کی حفاظت کے لیے بلا تفریق عوام نے خون منجمد کر دینے والی سردی میں بھی کھلے آسمان کے نیچے رات دن گزار کر حکومت وقت کے تخت و تاج کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔

امریکہ میں اب کی بار جارج فلائیڈ کا غم اور سیاہ فام شہریوں کا غصہ دنیا بھر کے مظلوموں کی امید میں بدل گیا ہے۔ خوف نے سڑکوں اور چوراہوں پر گردن جھکا دی ہے اور لاک ڈاؤن توڑ کر باہوں میں باہیں ڈالے سر بازار رقص کر رہی ہے۔ کھلے دن میں جو اندھیرا چھایا ہوا تھا اس نے کالے گورے، اونچے نیچے، دائیں بائیں میں فرق مٹا کے سب کو ایک قطار میں لا کھڑا کیا ہے۔ ایک سیاہ فام باشندے کی سفید فام امریکی پولس اہلکار کے ہاتھوں قتل نے سارے امریکہ کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ امریکہ کے تقریباً تمام طبقات سے تعلق رکھنے والے عوام نے اس نسلی امتیازی واقعہ کے خلاف ایک جٹ ہو کر ایسا احتجاج کیا کہ ساری دنیا دیکھتی رہ گئی۔ احتجاجیوں نے امریکہ کے کونے کونے میں مظاہرے کیے اور قصر صدارت وائٹ ہاوس تک کو نہیں بخشا۔ وائٹ ہاوس کے باہر احتجاج کا اثر یہ ہوا کہ دنیا کے سب سے طاقتور اور محفوظ ترین شخص سمجھے جانے والے امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ اپنے ارکان خاندان کے ساتھ بنکر میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے۔

اس احتجاج نے ایک بات ضرور واضح کر دی ہے کہ چاہے امریکہ ہو یا دنیا کا کوئی اور ملک، عوام کی طاقت کے سامنے طاقتور ترین حکمران بھی بے بس ہیں۔ آج دنیا بھر میں جو ماحول دیکھا جا رہا تھا اس سے یہ تاثر مل رہا تھا کہ عوام حکومتوں کے آگے بے بس ہو گئے ہیں اور طاقت کے استعمال سے عوام میں خوف کی لہر پائی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کی حکومتوں نے عوام کے خلاف طاقت کے استعمال کا وطیرہ بنا لیا تھا اور جہاں کہیں حکومت کے خلاف آواز بلند کرنے کی کوشش کی جاتی اس کو طاقت کے استعمال سے دبانے کی کوششیں تیز تر ہو گئی تھیں۔ حالیہ وقتوں میں دیکھنے میں آیا تھا کہ دنیا کے بیشتر ممالک میں عوام پر سرکاری فیصلوں کو مسلط کیا جانے لگا تھا اور رائے عامہ کو دبانے کے لئے ہر ممکن طریقے اختیار کیے جا رہے تھے۔ تاہم امریکی عوام نے جو احتجاج درج کروایا ہے اس نے شاہین باغ کے بعد ساری دنیا کے سامنے ایک اور مثال پیش کی ہے۔ طاقتور ترین انتظامیہ کے خلاف آواز اٹھانا اور احتجاج بلند کرنا امریکی عوام کے جذبہ کو ظاہر کرتا ہے جو کسی ظلم اور ناانصافی کے خلاف اٹھ کھڑے ہونے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے اور نہ ہی طاقت کے آگے جھکنے میں یقین رکھتے ہیں۔ وہ ظلم کے خلاف سراپا احتجاج بن کر ساری دنیا کے لئے مثال بن گئے ہیں۔

موجودہ دور-اقوام متحدہ کے لیے ایک کٹھن امتحان

پچھلے سال اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے اپنے خطاب میں امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے کہا تھا: ''مستقبل ان لوگوں کا نہیں جو کثیر الملکی سوچ رکھتے ہیں، مستقبل ان کا ہے جو حب الوطن ہیں''۔ ٹرمپ نے اپنی اس متنازعہ تقریر میں بین الاقوامی برادری کو واضح پیغام دیا تھا۔ یہ بات صاف ظاہر ہے کہ ٹرمپ کا نظریہ اقوام متحدہ کے اقدار سے مطابقت نہیں رکھتا اور انہوں نے یہ کبھی چھپایا بھی نہیں۔ دسمبر 2016ء میں صدارت کا منصب سنبھالنے سے قبل انہوں نے اقوام متحدہ کو ''اچھا وقت گزارنے کے لیے ساتھ مل کر بیٹھنے اور باتیں کرنے والوں کا کلب'' قرار دیا تھا۔ ایک برس بعد انہوں نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبل میں منظور شدہ قرارداد کے خلاف جاتے ہوئے تل ابیب سے امریکی سفارت خانہ یروشلم منتقل کر دیا۔ تحفظ ماحول کے عالمی معاہدے، امیگریشن کے معاہدے، اقوام متحدہ کی ہیومن رائٹس کونسل اور یونیسکو سے علیحدگی مزید ثبوت ہیں۔ اقوام متحدہ کی بنیاد بین الاقوامی سطح پر تعاون اور علاقائی اختلاف دور کرتے ہوئے عالمی سطح پر امن و امان کے قیام پر رکھی گئی تھی۔ یہ اقدار اس عالمی ادارے کے چارٹر میں درج ہیں، جن پر پچاس ریاستوں کے نمائندگان نے چھبیس جون 1945 کو سان فرانسسکو میں دستخط کیے تھے۔

چارٹر کی ابتداء کچھ ان الفاظ میں ہوئی: ''ہم اقوام متحدہ کے ارکان آئندہ کی نسلوں کو جنگ کی لعنت سے بچانے کے لیے پرعزم ہیں، جس نے ہماری زندگی میں دو بار انسانیت کو تکلیف پہنچائی۔'' دیگر اقدار میں انسانی حقوق کا احترام اور تمام رنگ و نسل، صنف، زبان اور مذہب والوں کے لیے یکساں حقوق اور مکمل آزادی کی یقین دہانی شامل ہیں۔ چارٹر میں اقوام متحدہ کے اختیارات اور ذمہ داریاں بھی واضح ہیں۔ ابتدائی آئین کو دوسری عالمی جنگ کے اتحادیوں امریکہ، برطانیہ اور سابقہ سویت یونین نے کافی بحث و مباحثے کے بعد حتمی شکل دی تھی۔ بعد میں بات چیت میں چین اور فرانس کو بھی شامل کر لیا گیا۔ یہی پانچ سکیورٹی کونسل کے مستقل ارکان بھی ہیں۔

اقوام متحدہ کے چارٹر پر چوبیس اکتوبر 1945 سے عمل درآمد شروع ہوا۔ اس امید کے ساتھ کہ شاید اب بالآخر قدیم دور سے چلا آ رہا دنیا بھر میں امن کا خواب پورا ہو سکے۔ مگر یہ آج تک ایک خواب ہی ہے۔ اقوام متحدہ کئی معاملات میں تنقید کی زد میں رہتا ہے۔ مزید یہ کہ چند ریاستیں اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اقوام متحدہ اور اس کے ذیلی اداروں کو استعمال بھی کرتی ہیں۔

امریکی صدر کے اقوام متحدہ کے حوالے سے اقدامات اور بیانات پر عالمی برادری تذبذب کا شکار ہے۔ 2002 سے 2006ء تک اقوام متحدہ میں جرمن سفیر تعینات رہنے والے گونٹر فلیوگر کہتے ہیں کہ ٹرمپ کو سلامتی کونسل کے ساتھ تعمیری تعاون قائم کرنا چاہیے تھا، جو انہوں نے نہیں کیا۔ فلیوگر نے پرانے ڈھانچے اور انتظامی امور میں نقائص کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ امریکہ، روس، چین، برطانیہ اور فرانس کے پاس ویٹو کا اختیار ہے اور ان ممالک کو کسی بھی اہم فیصلے کو ویٹو کرنے کی کوئی وجہ بھی بیان نہیں کرنی پڑتی۔ کئی ممالک بشمول جرمنی، بھارت، برازیل اور جاپان اصلاحات کا مطالبہ کرتے آئے ہیں، مگر مستقل ارکان اپنے اختیارات بروئے کار لاتے ہوئے ایسی کوششیں روک دیتے ہیں۔ مسائل کے باوجود اقوام متحدہ کو آج بھی ایک ایسی قوت مانا جاتا ہے، جس کے بغیر گزارا ممکن نہیں۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ کئی مسائل کے حل میں اقوام متحدہ کا کلیدی کردار رہا ہے۔

یونیسیف کے 70 برس مکمل

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے بین الاقوامی ادارہ برائے اطفال (یونیسیف) کی بنیاد دوسری عالمی جنگ کے بعد یورپ کے بچوں کی مدد کے لیے رکھی تھی۔ اس وقت سب سے بڑا مسئلہ خوراک اور صحت تھی۔ آج یہ ادارہ دنیا بھر میں غذائی قلت کے شکار تین ملین بچوں کی مدد جاری رکھے ہوئے ہے۔ بچوں کے لیے کام کرنے والی دنیا کی یہ سب سے بڑی تنظیم 1955ء تک دنیا کے نوے ممالک میں کام کر رہی تھی۔ 1958ء سے یہ تنظیم ملیریا کے علاج اور تحقیق کے لیے کام جاری رکھے ہوئے ہے۔ اقوام متحدہ نے 1959ء میں بچوں کے حقوق سے متعلق اعلامیہ پیش کیا، جس میں بچوں کے تحفظ، تعلیم، صحت کی دیکھ بھال، گھر اور اچھی غذائیت کو ان کے بنیادی حقوق قرار دیا گیا۔ موزمبیق میں انہی حقوق کو مد نظر رکھتے ہوئے یونیسیف نے اسکول قائم کیے۔ بچوں کے لیے یونیسف کے کام کو امن کی کوششیں تسلیم کرتے ہوئے اقوام متحدہ کے ایمرجنسی فنڈ برائے اطفال کو 1965ء میں نوبل امن انعام سے نوازا گیا۔ اسے اقوام کے درمیان بھائی چارے کو فروغ دینے والی تنظیم کے خطاب سے بھی نوازا گیا۔ یونیسیف ہنگامی حالات کے دوران ہزاروں بچوں کی مدد کرتا آیا ہے۔ آئندہ ستر برسوں کے لیے اس تنظیم کا موٹو ایک ایسی دنیا کی تشکیل ہے، جس میں ''اس تنظیم کو کام کرنے ضرورت نہ رہے۔ ایک ایسی دنیا جس میں ہر بچہ صحت مند ہو، محفوظ ہو اور تعلیم یافتہ ہو۔'' یونیسیف نے صاف پانی اور حفظان صحت کے پروگراموں کا آغاز 1953ء میں کیا تھا۔ تب سے تین ارب انسانوں کو پینے کے صاف پانی اور صفائی کی سہولیات فراہم کی جا چکی ہیں۔ یہ ادارہ دنیا بھر کے لاکھوں بچوں کو تعلیم تک رسائی فراہم کر رہا ہے۔ یونیسیف کی رپورٹ کے مطابق دنیا بھر میں 1990ء کے بعد سے بچوں کے لیے پرائمری اسکولوں کے تعلیمی اخراجات میں چالیس فیصد تک کمی لائی گئی ہے۔ یونیسیف کی تازہ رپورٹ کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا بچہ (تقریباً 535 ملین) اس وقت کسی نہ کسی بحران زدہ علاقے میں رہ رہا ہے جب کہ دنیا میں پچاس ملین کے قریب بچوں کو کسی نہ کسی مشکل یا بحران کی وجہ سے نقل مکانی کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ (بحوالہ ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

سید محمد عادل فریدی

اخبارِ جہاں

خبروں میں آنے کے لیے چھ سالہ بچے کو دسویں منزل سے دھکا دے دیا

جانٹی بریوری نامی برطانوی ٹین ایجر کولندن کے اولڈ بیلی کورٹ نے ۲۶/جون کو پندرہ برس قید کی سزا سنائی۔ جانٹی نے ٹیٹ ماڈرن نامی آرٹ گیلری کی دسویں منزل سے ایک دس سالہ فرانسیسی سیاح بچے کو قتل کرنے کے مقصد سے نیچے دھکیل دیا تھا۔اس واقعے کے وقت جانٹی کی عمر سترہ برس تھی اور اب وہ اٹھارہ برس کا ہے۔تفتیش کے دوران اس نے پولیس کو بتایا کہ وہ خبروں میں آنا چاہتا تھا،اس لیے اس نے مذکورہ بچے کو دھکا دیا۔ جانٹی نے واقعے سے ایک روز قبل انٹرنیٹ پر کسی کو مارنے کے طریقوں پر تحقیق کی تھی اور کارروائی سے کچھ ہی دیر قبل اس نے مذکورہ عمارت کے آس پاس لوگوں سے کسی اونچی عمارت کے بارے میں دریافت بھی کیا۔فرانسیسی شہریت کا حامل بچہ ایک سوفٹ نیچے گرنے کے بعد زخمی حالت میں پانچویں منزل کی چھت سے ملا تھا۔اس واقعے میں یہ بچہ، جس کی شناخت مخفی رکھی گئی ہے، زندہ تو بچ گیا مگر اس کے دماغ میں اندرونی چوٹیں آئیں اور کئی ہڈیاں بھی ٹوٹیں اور اس کی زندگی ہمیشہ کے لیے تبدیل ہوگئی۔اس کے والدین کو اس کی دیکھ بھال کے لیے کام کاج چھوڑنا پڑ گیا۔(ڈی ڈبلیو ڈاٹ کام)

:سعودی عرب کی مساجد میں خطبات اور اسباق کی مشروط اجازت

سعودی عرب نے مملکت بھر میں مساجد میں نمازوں کے بعد خطبات اور اسباق کی مشروط اجازت دے دی ہے، اس کے لیے تمام شرکاء کو کورونا وائرس کی روک تھام کے لیے عاید کردہ پابندیوں اور حفاظتی احتیاطی تدابیر کی پاسداری کرنی ہوگی۔سعودی عرب کی وزارت برائے اسلامی امور اور دعوت وارشاد نے جمعرات کو اپنی ویب سائٹ پر جاری کردہ ایک بیان میں کہا ہے کہ اسباق نمازوں کے فوری بعد پیش کیے جانے چاہئیں اور ان کا دورانیہ 10 منٹ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے جبکہ خطبات کا دورانیہ 30 منٹ سے زیادہ نہیں ہونا چاہئے۔

وزارت نے اس بات پر زور دیا ہے کہ تمام مساجد کو کورونا وائرس کی روک تھام کے لیے پیشگی احتیاطی تدابیر کی پاسداری کرنی چاہیے۔وزارت نے وضاحت کی ہے کہ قرآن مجید کے حفظ کی کلاسیں تاحکم ثانی آن لائن جاری رہیں گی۔سعودی وزارت برائے اسلامی امور اور دعوت وارشاد نے مملکت بھر میں مساجد میں جانے والے تمام نمازیوں کو ہدایت کی تھی کہ وہ کورونا وائرس کو پھیلنے سے روکنے کے لیے درج ذیل ہدایات کی پاسداری کریں:

اپنے ہاتھوں کو دھوئیں اور سینی ٹائزر استعمال کریں۔ضعیف العمر اور دائمی امراض کا شکار افراد اپنے گھروں ہی میں نمازیں ادا کریں۔قرآن مجید کی تلاوت کے لیے اپنا موبائل فون استعمال کریں یا گھر سے قرآن مجید کا اپنا نسخہ لے کر آئیں۔اپنا اپنا مُصلیٰ لے کر آئیں اور نماز ادا کرنے کے بعد اس کو ساتھ لے کر جائیں۔ ہر نمازی ایک دوسرے سے دو میٹر کا فاصلہ برقرار رکھے۔15 سال سے کم عمر بچوں کو ساتھ لے کر نہ آئیں۔چہرے پر ماسک پہن کر رکھیں یا چہرے کو ڈھانپ کر رکھیں۔مساجد میں اپنے گھروں سے وضو کر کے آئیں اور دوسرے نمازیوں سے ہاتھ ملانے سے گریز کریں۔مساجد میں داخلے اور وہاں سے نکلتے وقت دروازوں کے اندر اور باہر جمگھٹا لگانے سے گریز کریں۔(العربیہ ڈاٹ نیٹ)

فلسطینی اراضی کا اسرائیل سے الحاق عالمی قانون کی خلاف ورزی:سعودی عرب

سعودی عرب نے ایک بار پھر مقبوضہ مغربی کنارے اور وادی اردن کے علاقوں پر اسرائیل کی خودمختاری کے قیام کے اعلان کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔سعودی عرب کا کہنا ہے کہ غرب اردن اور وادی اردن کا اسرائیل سے الحاق عالمی قانون اور اس حوالے سے سلامتی کونسل کی منظور کی گئی قراردادوں کی کھلی خلاف ورزی ہوگی۔ فلسطینی اراضی کے الحاق سے خطے میں دیرپا امن کے قیام کی تمام مساعی تباہ ہوجائیں گی۔مشرق وسطیٰ اور مسئلہ فلسطین سے متعلق سلامتی کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے سعودی عرب کے اقوام متحدہ میں نائب مندوب ڈاکٹر خالد بن محمد المنز لاوی نے کہا کہ اسرائیل کو غرب اردن اور وادی اردن سمیت دیگر فلسطینی علاقوں پر اپنی خودمختاری کے قیام سے باز آنا چاہیے۔اس بیان میں یہودی کالونیوں کے قیام اور آبادکاری جاری رکھنے کے اقدامات کو باطل قرار دیتے ہوئے خبردار کیا ہے کہ اسرائیلی ریاست کی توسیع پسندانہ سرگرمیوں کے نتیجے میں خطے میں کشیدگی اور تشدد کی نئی لہر اٹھ سکتی ہے۔(العربیہ ڈاٹ نیٹ)

ہیلتھ کیئر ایکٹ ختم کرنے کی سوچ سفاکانہ اور ظالمانہ:جو بائیڈن

امریکہ میں ڈیموکریٹ پارٹی کے صدارتی امیدوار جو بائیڈن نے امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ پر تنقید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اوباما دور کا ہیلتھ کیئر ایکٹ ختم کرنے کی سوچ ظالمانہ اور سفاکانہ ہے۔پنسلوینیا میں ایک ریلی سے خطاب کرتے ہوئے جو بائیڈن نے کہا کہ ٹرمپ انتظامیہ کورونا وبا کے دنوں میں ملک کا ہیلتھ کیئر سسٹم تباہ کرنا چاہتی ہے۔ٹرمپ چاہتے ہیں کہ ہم معیشت اور صحت میں سے کسی ایک کا انتخاب کریں۔(یو این آئی)

رواں برس صرف سعودی عرب میں مقیم افراد ہی حج کریں گے

سعودی عرب نے رواں سال کے لیے حج پالیسی کا اعلان کردیا ہے، جس کے مطابق اس برس صرف سعودی عرب میں مقیم افراد حج کی ادائیگی کرسکیں گے۔سرکاری خبر رساں ادارے کے مطابق وزارت حج نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اس سال حج کو محدود رکھا جائے گا اور سعودی عرب میں مقیم مختلف قومیتوں سے تعلق رکھنے والے افراد اس میں شرکت کریں گے۔کورونا وائرس وبا کے باعث اس سال بیرون ملک سے عازمین کو حج کی ادائیگی کے لیے سعودی عرب آنے کی اجازت نہیں ہوگی۔وزارت حج کے جاری کردہ بیان میں کہا ہے کہ وبا کے آغاز سے حرمین شریفین آنے والے زائرین و عازمین کی صحت وعافیت یقینی بنانا ہماری اولین ترجیح رہی ہے۔واضح ہو کہ اس سے قبل ماہ فروری سے ہی عمرے پر بھی پابندی عائد ہے اور لاک ڈاؤن ختم ہونے کے باوجود ہنوز یہ پابندی برقرار ہے۔ نیوز ایکسپریس)

بزنس روزگار وکیرئر

بین الاقوامی پروازوں کی پابندی میں ۱۵/جولائی تک توسیع

ڈائرکٹوریٹ جنرل آف سول ایوی ایشن (ڈی جی سی اے) نے باقاعدہ بین الاقوامی پروازوں پر پابندی میں 15 جولائی تک توسیع کردی ہے۔ڈائرکٹوریٹ کے ذریعہ جاری سرکلر میں کہا گیا ہے کہ باقاعدہ بین الاقوامی مسافر پروازوں پر پابندی 15 جولائی کی رات 11:59 بجے تک جاری رہے گی۔اس میں بین الاقوامی پروازوں کے ملک میں اترنے اور یہاں سے پرواز کرنے دونوں پر پابندی رہے گی۔ یہ پابندی بین الاقوامی کارگو طیاروں اور خصوصی اجازت رکھنے والی مسافر پروازوں پر نافذ نہیں ہوگی۔ خیال رہے کہ ملک میں بین الاقوامی مسافر پروازوں پر 22 مارچ سے پابندی عائد ہے۔ گھریلو مسافر پروازوں پر بھی 25 مارچ سے پابندی لگائی گئی تھی لیکن 25 مئی سے گھریلو پروازیں شروع ہوگئی ہیں۔شہری ہوابازی کے وزیر ہردیپ سنگھ پوری نے واضح کیا ہے کہ بین الاقوامی پرواز شروع کرنے کے لئے اس ملک کا اتفاق کرنا ضروری ہے۔ساتھ ہی گھریلو سطح پر پروازوں کی تعداد کووڈ 19 کے مقابلے میں 50-55 فیصد تک پہنچنے کے بعد ہی اس پر غور کیا جائے گا تاکہ بیرون ملک سے آنے والے مسافروں کو کسی بڑے ہوائی اڈے پر اترنے کے بعد مزید سفر کرنے میں دشواری پیش نہ ہو۔مسٹر پوری نے اشارہ کیا ہے کہ امریکہ، فرانس، جرمنی اور برطانیہ جیسے منتخب ممالک کے ساتھ محدود تعداد میں بین الاقوامی پروازیں شروع کی جاسکتی ہیں۔ یہ پروازیں وندے بھارت کی طرز پر ہوں گی اور باقاعدہ پروازیں شروع کرنے میں ابھی وقت لگ سکتا ہے۔(یو این آئی)

مائیکرو، اسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائیزز کے لیے کاغذات جمع کروانے کی لازمیت ختم

حکومت نے کاروبار شروع کرنے کا عمل آسان کرتے ہوئے مائیکرو، اسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائیزز کے لیے کاغذات جمع کروانے کی لازمیت ختم کردی ہے۔مائیکرو، اسمال اینڈ میڈیم انٹرپرائیزز کی مرکزی وزارت نے جاری ایک نوٹفکیشن میں کہا کہ چھوٹی صنعتوں کا رجسٹریشن مکمل آن لائن ہوگا اور اس کے لیے آدھار کارڈ کے سوا کسی دوسرے کاغذات کی ضرورت نہیں ہوگی اور دیگر ضروری دستاویز کی جگہ ایک ”از خود اعلان“ (Self Declaration) کرنا ہوگا۔وزارت نے کہا ہے کہ نئے نوٹیفکیشن کی توضیعات یکم جولائی 2020 سے نافذ ہوجائیں گی۔ نئے ضابطے بنانے سے قبل وزارت نے متعلقہ محکموں، صلاح کار کمیٹیوں اور اشیاء وخدمات ٹیکس (جی ایس ٹی)، محکمہ انکم ٹیکس، ریاستی حکومتوں اور صنعتی تنظیموں کے ساتھ مذاکرہ کیا ہے۔(یو این آئی)

دہلی میں سبھی اسکول 31 جولائی تک بند: سسودیا

دہلی میں کورونا وائرس کے سبب بڑھتے ہوئے خطرے کے پیش نظر راجدھانی کے سبھی اسکول اب 31 جولائی تک بند رہیں گے۔نائب وزیراعلی اور وزیر تعلیم منیش سسوڈیا نے جمعہ کو ایک اعلی سطحی میٹنگ کے بعد اس کا اعلان کیا۔ خیال رہے کورونا وائرس اور لاک ڈاؤن کی وجہ سے دہلی کے تمام اسکول 19 مارچ سے بند ہیں۔(یو این آئی)

سی بی ایس ای: نتائج کے لئے داخلی اندازے کے منصوبے کو سپریم کورٹ کی منظوری

سپریم کورٹ نے سنٹرل بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن (سی بی ایس ای) کی 10 ویں اور 12 ویں کے منسوخ امتحانات کے لئے داخلی اندازے کی بنیاد پر نتائج کا اعلان کرنے کے منصوبے کو منظور کرلیا۔فروغ انسانی وسائل کی وزارت اور سی بی ایس ای کی جانب سے پیش ہوئے سالیسیٹر جنرل تشار مہتہ نے جسٹس اے ایم کھانولکر، جسٹس دنیش مہیشوری اور جسٹس سنجیو کھنہ کی بنچ کے سابقہ حکم کے مطابق نئے نوٹی فکیشن کا مسودہ پیش کیا، جسے بنچ نے تسلیم کرلیا۔عدالت نے واضح کردیا کہ 10 ویں اور 12 ویں کے باقی بچے امتحان منسوخ کرنے اور اس سے متعلق مختلف پہلوؤں پر سی بی ایس ای کے حکم کا ریگولیشن نئے نوٹی فکیشن کے تحت کیا جائے گا۔(یو این آئی)

امریکہ نے ہندستان کو دیا بڑا جھٹکا! ڈونالڈ ٹرمپ نے کیا H1-B ویزا پر پابندیوں کا اعلان

کورونا بحران کے درمیان امریکہ میں بڑھتی بے روزگاری کی شرح کے پیش نظر صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے ہندستان کو بڑا جھٹکا دیتے ہوئے H1-B ویزا پر پابندیوں کا اعلان کردیا ہے۔31 دسمبر 2020 تک اس پر روک لگانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ٹرمپ کے اس فیصلے سے دنیا بھر سے امریکہ میں نوکری کرنے کا خواب دیکھنے والے تقریبا ڈھائی لاکھ لوگوں کو جھٹکا لگ سکتا ہے۔اس سے سب سے بڑا نقصان ہندستانی پیشہ وروں کو ہوگا۔آپ کو بتادیں کہ امریکہ میں کام کرنے والی کمپنیوں کو غیرملکی کامگاروں کو ملنے والے ویزا کو ایچ ون۔ بی ویزا کہتے ہیں۔اس ویزا کو ایک طئے مدت کے لئے جاری کیا جاتا ہے۔(نیوز۔18)

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

Mobile: 9576507798 رابطہ اور واٹس اَپ نمبر

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کر کے نقیب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔مزید مفید دینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

طب وسائنس

موسم برسات کی احتیاطیں

اعجاز الرحمن فاروقی

موسم برسات میں نمی کی زیادتی سے تیارشدہ غذاؤں کے اندر تعفن پیدا ہونا اوران میں پھپھوندی لگنا عام بات ہے اور متعفن غذا کا استعمال نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ایسی غذا معدہ میں پہنچنے کے بعد نظام انہضام کو شدید متاثر کرکے قے اوراسہال کی تکلیف کا باعث بنتی ہے، جب جون کے اواخر اور جولائی کے ابتدائی مہینہ میں آسمان پر سورج اپنی پوری تابانی سے چمک رہا ہوتا ہے اوراس کی گرم اور تیز شعاعیں انسانوں اور حیوانات کے سروں پر پڑکر شدید گرمی اور بے چینی کا احساس پیدا کرتی ہیں تو مخلوق الٰہی کی زبان سے خالق کے حضور الفاظِ دعا یوں ادا ہوتے ہیں کہ الٰہی اپنی رحمت کی بارش نازل فرما تو پھر اللہ تعالیٰ کو اپنے گناہگار بندوں پر رحم آجاتا ہے اور دیکھتے ہی دیکھتے بادلوں کے کچھ ٹکڑے انسانی آبادی کی طرف بڑھتے نظر آتے ہیں جن کے تعاقب میں سیاہ وسفید بادلوں کا غول کا غول ہوتا ہے۔ باران رحمت کے نزول کی شدید تمنائیں جب دلوں میں تڑپتی ہیں تو زبانوں پر اس کا تذکرہ آجاتا ہے۔ بادلوں کے کچھ ٹکڑے سورج کی طرف لپک کر اس کی تیز اوراذیت ناک شعاعوں کے زمین تک پہنچنے میں حائل ہوجاتے ہیں۔تب انسان کی بیقراری کو کچھ سکون آتا ہے۔ بادلوں کے یہ ٹکڑے آسمان پر پھیل کر اس کا رنگ نیلگوں کی بجائے سیاہ کردیتے ہیں۔انسانی نگاہیں بڑی بے تابی سے آسمان تک رہی ہوتی ہیں۔یکا یک پانی کے چند قطرے زمین کی طرف آتے دکھائی دیتے ہیں اور اس کے بعد خوب موسلا دھار بارش ہوتی ہے۔موسم برسات کی بارشوں کی ابتداء اسی طرح ہوتی ہے۔موسمِ برسات کی آمد اور باران رحمت کے نزول سے مرجھائے ہوئے پودوں میں جان آجاتی ہے اور درختوں کے پتوں سے مٹی دھل کر ان کا قدرتی حسن نکھر جاتا ہے۔ بے آباد نظر آنے والے کھیتوں میں سبزہ اُگنا شروع ہوجاتا ہے اور دنوں ہی دنوں میں کھیت سرسبز نظر آنے لگتے ہیں۔ پرندے خوشی سے چہچہاتے ہیں۔گرمی کے مارے ہوئے انسانوں کی جان میں جان آجاتی ہے۔الغرض یہ موسم گرمی سے تڑپتے ہوئے انسانوں اورحیوانوں کیلئے خوشی کا پیغام لاتا ہے، چونکہ ہوا میں آبی بخارات کا تناسب بڑھ جاتا ہے لہٰذا اس موسم میں قیام وطعام کے سلسلے میں چنداں احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔اس سلسلے میں چند ضروری ہدایات درج ذیل ہیں۔

☆ موسمِ برسات میں کبھی ہوا تیز چلنے لگتی ہے تو طبیعت کو سکون اور فرحت حاصل ہوجاتی ہے مگر بعض دفعہ ہوا چلنا بالکل بند ہوجاتی ہے تب طبیعت میں گھٹن اور بے چینی محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس حالت میں حشرات الارض اپنی اپنی بلوں (گھروں) سے باہر نکل آتے ہیں، اسی لیے اس موسم میں اکثر سانپوں اور بچھوؤں سے واسطہ پڑتا رہتا ہے۔لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ زمین پر لیٹنے سے گریز کیا جائے کیونکہ اس طرح زہریلے جانوروں کے ڈسنے کے امکانات زیادہ ہوجاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ اکثر زہریلے جانوروں کے ڈسنے کے واقعات موسم برسات میں ہی ہوتے ہیں۔

☆ موسم برسات میں گھٹن بھی زیادہ ہی ہوتی ہے اس لیے سلکی ملبوسات گھٹن کے وقت شدید اذیت ناک صورت حال پیدا کردیتے ہیں۔ لہٰذا ایسا لباس زیبِ تن کیا جائے جس میں پسینہ کو جذب کرنے کی صلاحیت موجود ہو۔مثلاً سوتی کپڑے سے تیارشدہ ڈھیلا لباس بہت اچھا رہتا ہے۔اگرایسے ملبوسات پہنے جائیں جو پسینے کو جذب نہ کریں تو اس سے گرمی دانے زیادہ نکلتے ہیں اوراگر کسی شخص کا مزاج اس نوعیت کا ہو کہ اس کے جسم پر پھوڑے پھنسیاں زیادہ نکلتے ہوں تو ان کو غیر جاذب پسینہ لباس سے زیادہ اذیت پہنچتی ہے۔

☆ موسم برسات میں بارشوں کی کثرت کے باعث جگہ جگہ پانی جوہڑوں کی شکل میں کھڑا ہوجاتا ہے اور اس کھڑے پانی پر مچھر پرورش پاتے ہیں اور ملیریا کی افزائش کا باعث بنتے ہیں۔نیز رات کے وقت یہی مچھر آرام کی نیند میں حائل ہوتے ہیں۔مچھر کے خاتمہ کیلئے ضروری ہے کہ کھڑے پانی کے نکاس کا انتظام کیا جائے اور کھڑے پانی پر مٹی کا تیل چھڑک دیا جائے اس کی ایک باریک تہہ سے مچھروں کو ہوا نہیں ملتی اور وہ مرجاتے ہیں اوران کی افزائش کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے۔ اسی طرح کونین یا حب کرنجوہ کو ہفتہ میں دو دفعہ استعمال کرنے سے بھی انسان ملیریا سے محفوظ رہتا ہے۔ بارشوں کی کثرت سے زمین اکثر گیلی اور نمدار رہتی ہے۔اسی لیے دیواروں میں دوران بارش برقی رو آجاتی ہے، اسی طرح برقی تاروں کے ٹوٹنے سے بھی بعض دفعہ شدید جانی نقصان ہوجاتا ہے اس لیے بہت احتیاط کی ضرورت ہے اور برقی تار کے ٹوٹنے کی صورت میں اسے خشک لکڑی سے دور کردینا چاہیے۔ اس کے علاوہ موسم گرما میں گرمی کی شدت کی وجہ سے برقی تاروں کے اوپر کا پلاسٹک کا کور بوسیدہ ہوجاتا ہے اور بارش کے قطرات اس پر پڑتے ہیں تو یہ پلاسٹک پھٹ جاتا ہے جس کے نتیجہ میں برقی تاریں ننگی ہوجاتی ہیں اور اکثر اس سے برقی کرنٹ لگنے کا خطرہ ہوتا ہے۔برسات کی ابتداء سے پہلے ہی برقی رو کی ضروری مرمت کروالینی چاہیے۔موسم برسات میں اکثر ہیضہ بھی وبائی صورت اختیار کرلیتا ہے اس کی اصل وجہ ہوا میں رطوبت کی زیادتی ہوتی ہے جس سے جراثیم کو پنپنے کا موقع خوب ملتا ہے اور نظام انہضام بھی زیادتی رطوبت سے کمزور ہوچکا ہوتا ہے لہٰذا ہیضہ کے جراثیم پینے کے پانی کے ذریعے شامل ہوکر مرض پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ ان دنوں پینے کے پانی اور دودھ وغیرہ کو اچھی طرح ابال کر استعمال کیا جائے تاکہ ان میں موجود جراثیم تلف ہوجائیں۔خاص طور پر موسم برسات میں ابلا ہوا پانی ٹھنڈا کرکے استعمال کرنا ہی فائدہ مند ہے۔موسم برسات میں اکثر افراد کو کثرت سے پھوڑے پھنسیاں نکلتی ہیں ان کے ازالہ کیلئے روزانہ دن میں دو تین دفعہ پابندی سے اچھے صابن' نیم سوپ' کاربالک سوپ یا ڈیٹول کے ساتھ غسل کرنا چاہیے نیز موسم برسات میں کثرت سے نیم پر لگنے والا پھل نمولی کو کھاتے رہنا چاہیے اس سے پھوڑے پھنسیوں سے نجات مل جاتی ہے۔اس موسم میں نمی کی زیادتی سے تیارشدہ غذاؤں کا تعفن پیدا ہونا اورانہیں پھپھوندی لگنا عام مسئلہ ہے اس لیے موسم برسات میں غذائی اعتبار سے خصوصی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے خصوصاً دہی بھلے' آلو' رائتہ اور آلو کا سالن دوسرے وقت کیلئے نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ اشیاء بہت جلد متعفن ہوجاتی ہیں۔ پیاز غذا میں بہت زیادہ مفید ہے اورموسم برسات میں لاحق ہونے والے اکثر عوارضات میں بہت نافع ہے۔

هفتۂ رفتہ

راشد العزیزی ندوی

جناب حیدر یاسین صاحب کی وفات ایک غمناک ملی سانحہ

اررریہ کے معروف سیاسی وسماجی رہنما جناب حیدر یاسین صاحب ۲۲؍جون کی شب شہر اررریہ سے اپنے گاؤں جاتے ہوئے ایک سڑک حادثہ میں اللہ کو پیارے ہوگئے، انا للہ وانا الیہ راجعون، ان کی عمر ۴۵؍سال تھی، وہ ضلع اررریہ کے ایک ابھرتے ہوئے مقبول سیاسی وسماجی رہنما تھے، غریبوں اور کمزوروں کی آواز سمجھے جاتے تھے، وہ ضلع پارشد رہے، اسمبلی الیکشن میں بھی امیدوار بن چکے تھے، جنازہ کی نماز ۲۴؍جون کو آزاد اکیڈمی میدان میں ادا کی گئی، جنازہ میں عوام وخواص کا غیر معمولی اژدھام تھا جو ان کی مقبولیت کی بڑی علامت ہے، وہ ایک نیک صالح اور دردمند انسان تھے، علماء اور دیندار لوگوں کی قدر کرتے تھے، خود امارت شرعیہ اوراس کے اکابر کے بڑے قدرداں تھے، دفتر دارالقضاء امارت شرعیہ گاچھی ٹولہ اررریہ سے ان کو بڑا لگاؤ تھا اور ہر موقع پر ایک مضبوط خدمتگار بن کر کھڑے رہتے تھے، قاضی شریعت اررریہ مولانا مفتی عتیق اللہ رحمانی صاحب اپنے رفقاء کے ساتھ ان کی نماز جنازہ میں شریک رہے۔

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب ودیگر ذمہ داران نے حیدر یاسین صاحب کی وفات پر گہرے رنج وغم کا اظہار کرتے ہوئے ان کی وفات کو ایک بڑا ملی وسماجی سانحہ قرار دیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں جگہ نصیب کرے اوران کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مفتی محمد نعیم کی رحلت؛ عالم اسلام کے لئے زبردست علمی خسارہ

جامعہ بنوریہ کراچی کے مہتمم وشیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد نعیم صاحب کا سانحۂ ارتحال ایک عظیم علمی خسارہ ہے ،حضرت مفتی محمد نعیم صاحب ایک معروف جید عالم دین، باوقار خطیب ومنتظم اور متقی وپرہیزگار شخص تھے۔ان کے آبا واجداد گجرات کے سورت کے رہنے والے تھے، یہیں ان کے والد نے مشہور محدث حضرت علامہ انورشاہ کشمیریؒ سے ڈابھیل میں قیام کے زمانہ میں تعلیم حاصل کی اور تقسیم ملک سے پہلے ان کا خاندان کراچی منتقل ہوگیا، ان کے والد کراچی کے مکہ مسجد میں ایک لمبے عرصے تک امامت کے فرائض انجام دیئے، مفتی محمد نعیم صاحب کراچی ہی میں 1958ء میں پیدا ہوئے اور کراچی کے مشہور علمی درسگاہ ،علامہ بنوری ٹاؤن میں تعلیم حاصل کی اور کئی سال تک اپنے مادر علمی میں درس وتدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، پھر کراچی ہی میں جامعہ بنوریہ قائم فرمایا جو اپنے چند امتیازی اوصاف کے اعتبار سے ایک بڑا ادارہ بن کر ملت کے سامنے آیا ہے۔ جہاں پچاس ملکوں سے زیادہ طالبان علوم نبوت اکتساب فیض کررہے ہیں۔ یہ ساری علمی خدمات اوران کے دینی کارنامے یقیناً ان کے لئے صدقۂ جاریہ ثابت ہوں گے۔مفتی محمد نعیم صاحب نے اپنے متوسلین ومنتسبین کی ایک بڑی تعداد اپنے پیچھے چھوڑی ہے جو انشاء اللہ ان کے لئے رفع درجات کا سبب بنیں گے۔ اللہ انہیں اپنی رحمتوں کے سائے میں ڈھانپ لے۔ اوران کے اعزاء واقربا تمام پسماندگان اور صاحبزادوں کو صبر کی توفیق دے۔واضح رہے کہ مولانا محمد نعیم صاحب کا ۲۰؍جون کو پاکستان میں انتقال ہوگیا۔(روزنامہ پندار ۲۲؍جون ۲۰۲۰)

برطانیہ میں باحجاب مسلم خاتون جج مقرر

باپردہ مسلم خواتین اپنی صلاحیتوں سے مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کامیابی حاصل کرسکتی ہیں، حجاب معاشرے میں ان کی ترقی کی راہ میں حائل نہیں ہوتا۔ یہ کہنا ہے برطانیہ میں پہلی مسلم خاتون جج رفیعہ ارشد کا۔ 40 سالہ رفیعہ کو گذشتہ ہفتے برطانیہ کے علاقے مڈلینڈز سرکٹ میں ڈپٹی ڈسٹرکٹ جج مقرر کیا گیا ہے۔اس طرح ان کے ایک دیرینہ خواب نے تعبیر پائی ہے۔وہ بتاتی ہیں کہ انھوں نے 11 سال کی عمر ہی میں قانون کا پیشہ اختیار کرنے کا خواب دیکھنا شروع کردیا تھا لیکن سوال یہ تھا کہ کیا ایک نسلی اقلیت سے تعلق رکھنے اور حجاب اوڑھنے کے باوجود وہ برطانیہ میں جج کے منصب پر فائز ہوسکتی ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ انھیں قانون کی پریکٹس کے دوران اکثر متعصّبانہ رویّے کا سامنا رہا ہے اور بعض اوقات دلچسپ واقعات بھی پیش آئے ہیں۔وہ بتاتی ہیں:''ایک مرتبہ میں عدالت میں گئی تو مجھے ایک اردلی نے پوچھا کہ کیا میں کوئی مؤکلہ یا درخواست گزار ہوں؟ اس پر میں نے جواب دیا کہ ''نہیں'' وہ پھر یوں گویا ہوا کہ ''آپ پھر ضرور مترجم ہوں گی'' میں نے اس کا ''نا'' میں جواب دیا تو پھر وہ بولا:''شاید آپ یہاں کام کے تجربے کے سلسلے میں آئی ہوں گی''اس کا بھی میں نے ''نہیں'' میں جواب دیا اوراس کو بتایا کہ ''میں دراصل ایک بیرسٹر ہوں۔ان کا کہنا تھا کہ اس واقعے سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ برطانیہ جیسے معاشرے میں بھی ایک باحجاب خاتون کو وکیل کے طور پر قبول کرنے میں ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن انھوں نے واضح کیا کہ ''میرا تقرر خالصتاً میرٹ پر ہوا ہے اوراس بنا پر نہیں ہوا کہ میں حجاب پہنتی ہوں''اس میں مسلم خواتین کے لیے سبق پنہاں ہے کہ وہ بھی حجاب پہن کر زندگی کے میدانوں میں کامیابی کے جھنڈے گاڑسکتی ہیں۔(روزنامہ سالار بنگلور ۳۰؍مئی ۲۰۲۰)

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کو صدمہ

امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی کو پے درپے کئی صدموں سے دوچار ہونا پڑا، ان کی والدہ کے چچازاد بھائی جاوید عالم نے ممبئی میں جان جاں آفریں کے سپرد کیا، وہ کینسر کے موذی مرض میں مبتلا تھے اور ممبئی میں اپنے لڑکوں کے یہاں مقیم تھے، تدفین وہیں عمل میں آئی، دوسرا حادثہ ان کے چچازاد بھائی کے ساڑھو خورشید اکرم کی ناگہانی موت کا ہے، انہوں نے پچپن سال کی عمر پائی اور برین ہیمریج کی وجہ سے ۲۱؍جون کو داعی اجل کو لبیک کہا، اور ۲۶؍جون کو صبح دو بج کر دس منٹ پر ان کے برادر نسبتی جناب حسن عالم مرحوم کی اہلیہ اس دار فانی سے رخصت فرما گئیں، مفتی صاحب نے ان تمام مرحومین کے لئے قارئین سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کی گذارش کی ہے۔

اعـــلان مفقـود الخبـــری

معاملہ نمبر ۵/۱۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ جامتاڑا)

شبنم خاتون بنت محمد عطاؤل انصاری مقام مکر کینڈاڈاکخانہ چودھری نورڈیہہ ضلع دیوگھر جھارکھنڈ۔ فریق اول

بنام

نظرول انصاری ولد محبوب انصاری مقام بیجناتھ پورٹولہ پراس بنیاں ضلع دیوگھر جھارکھنڈ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء جامتاڑا میں عرصہ پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/جولائی ۲۰۲۰ء روز سموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۶/۹۵/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ چترپور)

شبو بانو بنت محمد سلیم مقام وڈاکخانہ ہسلا ضلع رام گڑھ۔ فریق اول

بنام

عبدالرزاق ولد محمد حنیف مرحوم مقام وڈاکخانہ ہسلا ضلع رام گڑھ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء چترپور ضلع رام گڑھ میں عرصہ پانچ سالوں سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/جولائی ۲۰۲۰ء روز سموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۹/۲۰۵۳/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور)

افسانہ خاتون بنت محمد مجیب الرحمان مقام نئی بازار روڈ داتا کمبل شاہ مزار روڈ رمنہ ضلع مظفرپور۔ فریق اول

بنام

محمد وسیم ولد شیخ نثار احمد مقام لوہاری ٹولہ مارپا طاہر ڈاکخانہ اکھتیا، تھانہ بیرگنیا ضلع سیتامڑھی۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء مظفرپور میں عرصہ ایک سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/جولائی ۲۰۲۰ء روز سموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۲۱/۲۰۲۶/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مظفرپور)

زلیخا خاتون بنت محمد شفیق مقام گدھا مادھوپور ڈاکخانہ سستا، تھانہ مٹیاری ضلع مظفرپور۔ فریق اول

بنام

محمد روبید ولد محمد منیر مقام سعد پورہ بواری ٹولہ نزد ہارون لاؤج ڈاکخانہ رمنا ضلع مظفرپور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء مظفرپور میں عرصہ دو سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۵/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۷/جولائی ۲۰۲۰ء روز سموار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۹/۴۴۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ گڈا)

میمونہ خاتون بنت عبدالشکور مقام وڈاکخانہ کیتھیا تھانہ بسنت رائے ضلع گڈا۔ فریق اول

بنام

محمد تنویر ولد جمشید مقام وڈاکخانہ منیہاری تھانہ گہڑاباڑی ضلع کٹیہار۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء گڈا میں عرصہ ساڑھے پانچ سال سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳۱/۱۷/۵/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ توپسیا کولکاتا)

نزہت سالم ولد محمد سالم حسین مقام ۷/۷ا توپسیا روڈ بانس بگان ڈاکخانہ وتھانہ تلجلا ضلع کولکاتا ۳۹۔ فریق اول

بنام

امتیاز احمد ولد محمد توحید مقام چمڑا گڈاؤن اسماعیل سعید روڈ ڈاکخانہ وتھانہ وضلع سیوان۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء توپسیا کولکاتا میں عرصہ دو سے غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۳/۷/۲۸۴۰/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ انجمن اسلامیہ کشن گنج)

رحیمہ خاتون بنت جبل الدین مقام وقصبہ دھنتولہ ڈاکخانہ دھنتولہ ضلع اتر دیناجپور۔ فریق اول

بنام

محمد قربان علی ولد محمد اسلام الدین مقام سالکی ڈاکخانہ بیلواہاٹ ضلع کشن گنج۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول رحیمہ خاتون نے آپ فریق دوم محمد قربان علی کے خلاف دارالقضاء انجمن اسلامیہ کشن گنج میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۷/۷/۱۴۴۱ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدھے پورہ)

بی بی صوفیہ خاتون بنت محمد بشر علی مقام منہارہ وارڈ نمبر ۱۱ ڈاکخانہ سکھاسن ضلع مدھے پورہ۔ فریق اول

بنام

محمد طالب حسین ولد محمد طیب علی مرحوم مقام بشن پور، وارڈ نمبر ۳ ڈاکخانہ بشن پور ضلع مدھے پورہ۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول بی بی صوفیہ خاتون نے آپ فریق دوم محمد طالب حسین کے خلاف دارالقضاء مدھے پورہ میں غائب ولا پتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۴/ذی الحجہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۶/جولائی ۲۰۲۰ء روز اتوار بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

ملی سرگرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

اس سال ہندوستانی عازمین حج پر نہیں جاسکیں گے

مرکزی وزیر اقلیت مختار عباس نقوی نے کہا ہے کہ کورونا عالمی وباء کی وجہ سے اس سال بھارتی عازمین کو حج پر نہیں بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے یہ فیصلہ سعودی عرب کے اس فیصلے کے احترام میں کیا ہے جس میں سعودی وزارتِ حج نے سعودیہ میں مقیم کو ہی حج کی اجازت دی ہے۔ انہوں نے پوری دنیا میں پھیلتے کورونا وباء کے تئیں تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اس سے نہ صرف بھارت بلکہ سعودی عرب اور پوری دنیا جوجھ رہی ہے اور ہم سبھی کو مل جل کر اس وباء سے نمٹنے کا اہتمام کرنا چاہئے۔ مسٹر نقوی نے یہ بھی اعلان کیا کہ سال رواں کے لئے وہ تمام عازمین جو حج کے لئے منتخب ہوئے تھے انہیں ان کا پیسہ واپس کیا جائے گا، دو لاکھ ۱۳/ ہزار عازمین کا اس سال انتخاب ہوا تھا، ویسے بھی وزارت اقلیت کی ہدایت پر سینٹرل حج کمیٹی نے گذشتہ دنوں ایک سرکلر کے ذریعہ یہ بتادیا تھا کہ جو لوگ 2020 کے لئے حج پر جانے کے لئے منتخب ہوئے ہیں ان میں جو لوگ حج پر نہیں جانا چاہتے ہیں وہ اپنی رقوم واپس لے سکتے ہیں۔ (روزنامہ ہمارا سماج ۲۴/جون ۲۰۲۰)

عازمین حج مایوس نہ ہوں، آئندہ کے لئے ارادہ مستحکم رکھیں / محمد شبلی القاسمی

حج کمیٹی عازمین حج کے مسائل پر توجہ دے

حج اسلام کے ارکان میں ایک اہم رکن ہے، وہ لوگ خوش نصیب ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حج کی سعادت سے نوازتا ہے، حج مقبول کا عوض گناہوں کی معافی اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول جنت ہے۔ اس سال کورونا وائرس کی وجہ سے سعودی عرب سے باہر کے لوگ حج نہیں کرسکیں گے یقیناً ان حجاج کے لئے یہ بڑا صدمہ ہے جنہوں نے پوری زندگی دعائیں مانگ کر اور تھوڑی تھوڑی رقم جمع کر کے حج کی تیاری کی تھی، لیکن مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے، صحت اور انسانی جانوں کی حفاظت ایک اہم معاملہ ہے، ان خیالات کا اظہار امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے پریس ریلیز میں کیا، انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے خزانہ رحمت میں کوئی کمی نہیں ہے، ان عازمین حضرات کی نیک نیتی، حج کا ارادہ اور اس کے لئے اقدام، روپئے اور پاسپورٹ جمع کرنا خود ایک بڑے اجر کا ذریعہ ہے، عازمین کرام ہمت ہرگز نہ ہاریں اور آئندہ سال کے لئے تیار رہیں، حج کمیٹی آف انڈیا نے تمام حجاج کے جمع کئے ہوئے روپئے ان کے اکاؤنٹ میں ایک مہینہ کے اندر واپس کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ان شاء اللہ آپ کے کھاتے میں یہ رقم واپس آجائے گی، اسے ہرگز دوسرے کاموں میں نہ لگائیں بلکہ اسے حج ہی کے لئے محفوظ رہنے دیں۔ اس سلسلہ میں مولانا نے بہار ریاستی حج کمیٹی کے چیئرمین الحاج حافظ محمد الیاس عرف سونو بابو سے بات کر کے مطالبہ کیا ہے کہ جس طرح حاجیوں کے جمع کئے ہوئے روپئے ان کے کھاتے میں واپس کرنے کا نظم کیا گیا ہے اسی طرح ان کے پاسپورٹ بھی ان عازمین کرام کے آبائی ضلع میں ایک سینٹر متعین کر کے ان تک پہنچانے یا ڈاک سے ان کے پتے پر بھیجنے کا نظم کیا جائے، اس طرح ہر ضلع میں ایک جگہ دینے سے ایک اسٹاف کا سفر ہوگا اور پٹنہ بلانے سے بڑی تعداد میں عازمین کو سفر کرنا ہوگا، البتہ انہیں ضلع کے سینٹر پر بلانے کی تاریخ اور وقت فون سے بتادیا جائے تاکہ پاسپورٹ لینے کے لئے کسی کو پٹنہ نہ آنا پڑے۔ اسی طرح بہار کے علاوہ جن ریاستوں میں قرعہ اندازی کے ذریعہ عازمین کرام کا انتخاب ہوتا ہے کئی سالوں کی کوششوں اور قرعہ اندازی کے نتیجہ میں اس سال جن کا انتخاب حج کے سفر کے لئے کیا گیا ہے، تمام لوگوں کے لئے یہ لازمی بنایا جائے کہ آئندہ سال انہیں اسی فارم کی بنیاد پر حج میں بھیجا جائے گا، جس طرح وزیر اقلیتی فلاح حکومت ہند جناب مختار عباس نقوی نے غیر محرم خواتین کے لئے اس طرح کا اعلان کیا ہے، کیونکہ کئی سالوں کی محنت کے بعد ان کا نام اس سال آیا، ان میں بہت سارے وہ لوگ بھی ہوں گے کہ اگر انہیں آئندہ سال موقع نہیں دیا گیا تو حج کے لئے ان کی متعین عمر ختم ہو جائے گی، اسی کے ساتھ مولانا نے یہ بھی مطالبہ کیا کہ لاکھوں عازمین حج میں بہت سارے وہ لوگ بھی ہیں جن کی عمر کا مسئلہ پیدا ہوگا خواہ وہ کسی ریاست کے ہوں، ایسے عازمین کرام کو بھی اس سال کے فارم کی بنیاد پر آئندہ سال حج کا موقع دیا جانا چاہئے۔ چیرمین بہار ریاستی حج کمیٹی نے ان تجاویز پر توجہ دینے کی یقین دہانی کے ساتھ یہ بتایا کہ بہار کے عازمین حج پاسپورٹ کے واپسی کی فکر ہرگز نہ کریں انہیں پٹنہ آنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہوگی اور انہیں پاسپورٹ پہنچانے کا نظم کیا جائے گا، انہوں نے یہ بھی بتایا کہ بہار کے عازمین کرام کے پاسپورٹ بہار حج کمیٹی کے پاس ہی ہیں، حالات کی وجہ سے ممبئی کمیٹی کو بھیجا نہیں گیا تھا۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی شان میں گستاخی ناقابل معافی: امارت شرعیہ

حکومت ایسے نیوز اینکر کے خلاف سخت کارروائی کرے

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے نیوز۔18 کے اینکر امیش دیوگن کے ذریعہ اپنے ایک پروگرام ''آر پار'' میں خواجہ غریب نواز حضرت معین الدین اجمیری چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں گستاخانہ کلمات کہے جانے کی سخت الفاظ میں مذمت کرتے ہوئے کہا کہ خواجہ غریب نواز کی شان میں گستاخی ناقابل معافی ہے، ایسے اینکر پر سخت کارروائی ہونی چاہئے اور اس کا لائسنس بھی رد ہونا چاہئے۔

انہوں نے کہا کہ حضرت خواجہ اجمیری برصغیر ہندو پاک میں اسلام کے سب سے بڑے داعی، عظیم روحانی پیشوا اور غیر متنازع شخصیت کے حامل ولی کامل تھے، انہوں نے اپنی ساری زندگی اسلامی تعلیمات اور انسانیت کی خدمت میں لگائی، انسانیت کا احترام لوگوں کو سکھایا اور انسانوں کو ان کے حقیقی نفع ونقصان اور مقصد زندگی سے آگاہ کیا، ہر مذہب وملت کے لوگ ان سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں، آپ نے اس دنیا میں عرفانِ خداوندی، خشیتِ ربانی اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا کیا اور دنیا کو اسلام وایمان کی روشنی سے جگمگا دیا، آپ کے اخلاق کریمانہ، مؤثر تبلیغ، حُسنِ اَخلاق، اعلیٰ سیرت و کردار اور کرامتوں سے متاثر ہوکر لاکھوں انسانوں نے توبہ کی اور بامقصد زندگی گذاری، یہ ہندوستان کے لیے فخر وسعادت کی بات ہے، اس شخصیت نے یہاں رشد وہدایت کا چراغ روشن کیا اور یہاں کی زمین میں مدفون ہیں اور آج بھی سلطان الہند کہلاتے ہیں۔

امیش دیوگن نے ایسی خدا رسیدہ اور بزرگ شخصیت کے خلاف دریدہ دہنی کرتے ہوئے جس طرح کے نازیبا کلمات استعمال کئے ہیں اس سے ہر انسان کو تکلیف پہونچی ہے، اس لیے اس واقعہ کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ حالانکہ اس نیوز اینکر نے اپنے کہے ہوئے الفاظ پر افسوس کا اظہار کیا ہے، لیکن صرف افسوس جتانا کافی نہیں ہے۔ اس لیے ہمارا حکومت سے مطالبہ ہے کہ اس نیوز اینکر اور چینل کے خلاف سخت کارروائی کی جائے اور ایسے متعصب اور نفرت کے سوداگر نیوز اینکر کا فوری طور پر لائسنس رد کیا جائے۔

شعبۂ تبلیغ وتنظیم میں بحالی کے لئے انٹرویو ۵/تا ۷/جولائی ۲۰۲۰ء

جن حضرات نے امارت شرعیہ کے شعبۂ تبلیغ وتنظیم میں خدمت کے لئے اپنی درخواست مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ بھیجی ہے اور انہیں درخواست موصول ہونے کی اطلاع بھی مل چکی ہے، ان حضرات کے لئے انٹرویو کی تاریخ ۵/تا ۷/جولائی ۲۰۲۰ء طے پائی ہے، امیدوار حضرات ۴/جولائی کی شام یا ۵/جولائی کی صبح ۹/بجے سے پہلے مرکزی دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ پہونچ جائیں، ہر امیدوار کے لئے ۶/۵/ ۷/جولائی (تینوں دن) کا قیام ضروری ہوگا، قیام وطعام کا نظم امارت شرعیہ کی طرف سے رہے گا۔

واضح رہے کہ امارت شرعیہ کے تبلیغی وتنظیمی نظام کو زیادہ سے زیادہ مستحکم وفعال بنانے کے لئے حضرت امیر شریعت مدظلہ نے بڑی تعداد میں دعاۃ ومبلغین بحال کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے تاکہ ہر علاقہ کی بروقت رہنمائی کی جاسکے، امارت شرعیہ کا پیغام گاؤں گاؤں تک پہونچتا رہے اور تنظیم امارت شرعیہ پوری مضبوطی کے ساتھ ملی خدمت کے لئے تیار رہے۔ اس لئے ایسے علماء وحفاظ حضرات جو شعبہ تبلیغ وتنظیم سے منسلک ہوکر خدمت کے خواہش مند ہیں اور اب تک اپنی درخواست نہیں بھیج سکے ہیں وہ اپنی درخواست مندرجہ ذیل پتہ پر جلد از جلد بھیج دیں، انشاء اللہ ان کا انٹرویو اگلے مرحلہ میں ہوگا۔ درخواست صاف اور اپنی تحریر میں لکھیں، نیز اپنا مکمل پتہ اور موبائل نمبر بھی ضرور تحریر کریں، تعلیمی اسناد کی عکسی کاپی بھی درخواست کے ساتھ منسلک کریں، درخواست مندرجہ ذیل ای میل یا وہاٹس ایپ نمبر پر بھی ارسال کرسکتے ہیں۔

نوودے اور سینک اسکولوں میں داخلے کی تاریخ طے

ملت کے خواہش مند امیدوار توجہ دیں

کورونا اور لاک ڈاؤن کے سبب گرچہ اسکول اور کالج بند ہیں لیکن ملک میں کئی رہائشی اسکولوں نے سیشن 2021-22 کے لئے داخلہ فارم کی دستیابی کی تاریخ کا اعلان کردیا ہے، اطلاع کے مطابق ا/جولائی سے نوودے اسکول کا فارم آن لائن بھرا جاسکے گا، جب کہ سینک اسکولوں کے لئے ا/اگست سے آن لائن داخلے فارم بھرے جائیں گے، تفصیل کے مطابق نوودے اسکولوں کے سیشن 2021 میں کلاس ٦ کے اندر داخلہ کے لئے ا/جولائی سے اور ۹ویں کلاس کے لئے ۳/اکتوبر سے فارم بھرے جائیں گے۔ جب کہ ابتدائی امتحان جنوری ۲۰۲۱ء اور فائنل امتحان اپریل ۲۰۲۱ء میں ہوگا، ۱۰۰ نمبرات کے امتحان میں ۵۰ نمبر ذہنی اہلیت، ۲۵ نمبر زبان اور ۲۵ نمبر حساب کے ہوں گے، اسی طرح سینک اسکولوں کے لئے داخلہ فارم ا/اگست سے ستمبر کے تیسرے ہفتہ تک آن لائن بھرے جائیں گے، امتحان ۳/جنوری ۲۰۲۱ء کو ہوگا، داخلہ کے لئے تحریری امتحان اور انٹرویو لیا جائے گا، نوودے میں داخلہ کے لئے ۷۵ فیصد سیٹیں دیہی علاقوں کے طلباء وطالبات کے لئے ریزرو ہیں۔ اس لئے دیہی علاقے کے بچے اور بچیوں کے لئے فائدہ اٹھانے کا موقع زیادہ ہے، ملت کے خواہش مند طلباء وطالبات ضرور فارم بھریں اور ہمت کے ساتھ آگے بڑھیں۔

ضروری اطلاع

امارت شرعیہ کے تحت چلنے والے دینی تعلیمی ادارے ''المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء'' ''دار العلوم الاسلامیہ'' اور مرکزی دار القضاء امارت شرعیہ کے شعبۂ تربیت میں داخلہ کے خواہشمند طلبہ اپنی درخواستیں ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر بذریعہ ڈاک، دستی یا ای میل بھیج سکتے ہیں، المعہد العالی میں داخلہ کے لئے ضروری ہے کہ امیدوار ملک کے کسی مستند تعلیمی ادارے سے عالمیت وفضیلت کی تعلیم مکمل کرچکا ہو، ہر امیدوار درخواست بدست خود لکھے، نام، ولدیت، مکمل پتہ اور موبائل نمبر کے ساتھ جس ادارہ سے فراغت ہوئی ہے اور جس سنہ میں فراغت ہوئی ہے تحریر کرے۔ ضابطہ کے مطابق حالات کے معمول پر آنے کے بعد امیدواروں کو داخلہ امتحان کی تاریخ سے مطلع کیا جائے گا۔

درخواست بھیجنے کا پتہ

بذریعہ ڈاک یا دستی بنام : **ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ، بہار پن کوڈ: 801505**

بذریعہ ای میل/وہاٹس ایپ۔ **nazimimaratshariah@gmail.com 9608450524**

Volume:60/70,Issue:25 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND

NAQUEEB WEEKLY

PHULWARI SHARIF,PATNA 801505

SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-18-20
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اس خموشی کو حمایت نہ سمجھ حاکم وقت
اک قیامت ہے کہ ہر گھر سے اٹھا چاہتی ہے
(فرحت احساس)

موجودہ میڈیا اور مسلمانوں کی ذمہ داری

عارف عزیز (بھوپال)

اس موضوع کے دو پہلو ہیں، اول ''موجودہ میڈیا کی صورتحال'' دوم'' ہماری ذمہ داری''، میڈیا سے عام طور پر اخبارات، رسائل، ریڈیو، ٹی وی اور انٹرنیٹ مراد لی جاتی ہے، اوران کے ذریعہ خیالات وجذبات کو ایک سانچے میں ڈھالنے کا کام اتنی مہارت بلکہ چالاکی سے ہورہا ہے کہ اس نے ایک باقاعدہ فن اور تکنیک کی شکل اختیار کرلی ہے۔
جمہوریت میں میڈیا کا کردار ایک نگراں کار (Watch dog) کا ہوتا ہے، جس کے ذریعہ تفریح کے ساتھ تعلیم و تربیت، رشد وہدایت، اصلاحِ معاشرہ اور قیادت وسیاست پر نظر رکھنے کی ذمہ داری بیک وقت ادا ہوتی ہے، لیکن مصلحت آمیز سیاست، مجرمانہ ذہنیت اور کاروباری مسابقت رکھنے والوں نے موجودہ میڈیا کو سیاسی بے راہ روی، سستی تفریح، بے جا عریانیت اور تشدد وجرائم کی ترسیل کا ذریعہ بنادیا ہے، معاشرہ کا بڑا حصہ آج میڈیا کی طالع آزمائی سے براہِ راست متاثر ہورہا ہے، یہی وجہ ہے پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا، ریڈیو ہو یا کمپیوٹر نیٹ ورک، ان کے وسیلہ سے خبررسانی، اطلاعات کی فراہمی، واقعات کی سرگزشت یا سیاست دانوں کی بے اعتدالی کا مناسب تجزیہ نہیں ہوتا، اس کے بجائے واقعہ کی غیر حقیقی تفصیل، مبالغہ آمیز کہانی، بے بنیاد خبریں اور غیر منطقی تبصرے پیش کئے جاتے ہیں، خواہ سماج میں اس سے کتنی ہی کشیدگی اور اتھل پتھل کیوں نہ پیدا ہوجائے۔
مثال کے طور پر پہلے میڈیا نے اپنے لئے بعض حدود (لکشمن ریکھا) متعین کررکھی تھیں، ایک اصول یہ تھا کہ فرقہ وارانہ فساد کی خبریں فراہم کرنے میں یہ نہ بتایا جائے کہ اس میں کس فرقہ کے لوگ مارے گئے یا قتل وغارتگری کے مرتکب کون ہوئے، یہ احتیاط اس لئے برتی جاتی تھی کہ ہندوستانی معاشرہ اس بارے میں کافی حساس ہے اور ایسی خبریں دوسرے مقامات کا ماحول بگاڑسکتی ہیں، لیکن گجرات کے معاملہ میں دنیا نے مشاہدہ کیا کہ گودھرا کی آتشزدگی کی خبریں نشر کرنے میں اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا تو ایک ناکردہ گناہ کی پاداش میں مسلمانوں کو نشانہ بننا پڑا۔ اسی طرح اخباری بیانوں اور پریس کانفرنسوں میں میڈیا کے ذمہ داران حدود کا خیال نہیں رکھتے، جو ضروری ہیں، آزادی اظہار کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ہم کچھ بھی کہنے کیلئے آزاد ہیں، میڈیا کے جن قیود کا یہاں حوالہ دیا گیا ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں اس کی پیروی مفید ہو کیونکہ کئی امور میں کشیدگی پوری خبر نہ دینے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے، اس کی مثال بھی گجرات ہے، یہاں مسلمانوں پر جو شدید مصائب توڑے گئے، اس کا الیکٹرانک میڈیا نے کھل کر اور نام لے کر ذکر کیا، پھر بھی اس کی وجہ سے ملک کے کسی حصہ میں کشیدگی پیدا نہیں ہوئی، لہذا میڈیا کے حدود وقیود سے زیادہ اہم یہ ہے کہ میڈیا میں سرگرم عمل عناصر میں احساس ذمہ داری پیدا ہو، وہ 1984ء کی طرح اندرا گاندھی کو قتل کرنے کے ملزم بینت سنگھ کا نام اور شناخت بتاکر سکھوں کے قتل کو ہوا نہ دیں اور کبھی ضرورت پیش آئے تو 30 جنوری 1948 کی طرح کا گاندھی جی کے قاتل گوپال گوڈسے کا نام ومذہب ظاہر کرکے وہ مسلمانوں کے خلاف تشدد کے خدشہ کا سدباب کردیں، یعنی اصل ضرورت صورت حال کو سمجھنے اور اس میں احساس ذمہ داری کے مظاہرے کی ہے۔ افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ آج میڈیا میں کام کرنے والوں سے یہ خصوصیات رخصت ہورہی ہیں اور اس کے بجائے الیکٹرانک میڈیا ہو یا پرنٹ میڈیا وہ اپنے مواد اور پیش کش کے ذریعہ جو کچھ فراہم کررہا ہے، سماج کی تعمیر سے زیادہ تخریب کا باعث بن رہا ہے، آج کے تناظر میں میڈیا کو لگام دینا یا سرکاری کنٹرول میں لینا بھی آسان نہیں ہے، کیونکہ دنیا میں گلوبل ولیج کے تصور کو عام کرکے گلوبلائزیشن کے عمل کو مسلط کرنے کی سرگرمی کافی بڑھ گئی ہے، اس لئے میڈیا پر حکومت کا یا خود اپنا کنٹرول قائم کرنے کے بجائے غور وفکر کے دھارے کو بدلنے کی ضرورت ہے اور یہ کام حکومت سے زیادہ موثر طور پر عوام انجام دے سکتے ہیں نیز مسلمان بھی اس میں اہم رول نبھا سکتے ہیں۔ لیکن اس کے لئے بنیادی شرط ہے کہ میڈیا کی طاقت کو وہ سمجھیں اور اس حقیقت کا ادراک کریں کہ دنیا میں عزت ووقار کے ساتھ زندگی گزارنے کے لئے ضروری ہے کہ مسلمانوں کے اصول ونظریات سے دوسرے لوگ بھی واقف ہوں، یہ کام منصوبہ بند طریقہ پر شروع کیا جائے، جس کے لئے مریضوں پر تنقید کے تیر برسانے کی ضرورت نہیں بلکہ جس نظام یا طریقہ کار کو وہ قوم ملت کے لئے مضر سمجھتے ہیں اس کے مقابل دینے کے لئے ان کے پاس کیا ہے یہ بھی پیش نظر رکھیں۔
آج مسلمان شاکی ہیں کہ وطن عزیز سے لے کر عالمی سطح تک ان کی شبیہ بگاڑنے کا کام ہورہا ہے، کبھی شیطان نما انسان رشدی 'شیطانی آیات' لکھ دیتا ہے، کبھی امریکی فوجی کیمپ میں صحیفہ آسمانی 'قرآن حکیم' کی بے حرمتی کی جاتی ہے، کبھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے خاکوں کے ذریعہ مسلمانوں کا دل چھلنی کردیا جاتا ہے، مذہب اسلام کو جارح اور مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دینے کی مسابقت تو پوری دنیا میں جاری ہے، بعض ممالک میں اسلامی شناخت کے ساتھ مسلمانوں کا چلنا پھرنا دشوار ہوگیا ہے، ایسے انسانیت سوز واقعات کا مقابلہ کرنا دن بدن مشکل ہورہا ہے، مسلمانوں کا اثر ورسوخ اتنا نہیں کہ وہ اس یلغار کو روک سکیں یا دنیا کو اس کی حقیقت سے آگاہ کرسکیں جنہیں یہ کام کرنا چاہئے وہ بھی افراط وتفریط کا شکار ہیں، اسی لئے قومی میڈیا پورے مسلم فرقہ کو نظرانداز کررہا ہے، اسے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ تین طلاقیں نظر آتا ہے، گڑیا یا عمرانہ کی حق تلفی تو محسوس ہوجاتی ہے، لیکن رادھا وسیتا کی سوختہ لاشیں دکھائی نہیں دیتیں، اس صورت حال میں مسلم مفادات کا تحفظ اسی وقت ممکن ہے کہ جب میڈیا سے قربت پیدا کی جائے، ہمارے صالح ذہین نوجوان میڈیا میں خود داخل ہوں، ان کی تعلیم وتربیت کرکے میڈیا کے لائق بنانے کا ملت کے بہی خواہ اپنے وسائل سے انتظام کریں، صحافت خواہ سمعی ہو یا بصری (پرنٹ میڈیا ہو یا الیکٹرانک میڈیا) ہمارے نوجوان بطور کیریئر اس کو اپنائیں، جہاں مسلمانوں سے ناانصافی ہو، غلط بیانی ومبالغہ آرائی سے کام لیا جائے، اس کی بروقت تردید وتشریح کا ہمارے دلوں میں جذبہ پایا جائے، چھوٹی چھوٹی باتوں سے بھڑک جانے کے بجائے کسی بھی لو دینے والی صورت حال میں دلیل وشائستگی کا دامن نہ چھوڑیں، ایسے ماحول میں جب اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جارہا ہو۔ اور مسلم قوم میں آج جو صلاحیتیں ابھر رہی ہیں، ان کا رخ عام طور پر انجینئرنگ، میڈیکل یا زیادہ سے زیادہ مینجمنٹ تک محدود ہے، حالانکہ ان شعبوں کی تعلیم وتربیت دن بدن گراں ہورہی ہے، لہذا ضرورت ہے کہ دوسرے شعبوں بالخصوص میڈیا کی طرف بھی ہمارا رجحان ہو، آج برادران وطن کی اعلیٰ ذات کا بڑا طبقہ تعداد میں کم ہونے کے باوجود میڈیا پر چھایا ہوا ہے اور اپنی ذہنیت کا مظاہرہ کررہا ہے، جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی جو پورے ملک میں صحافتی تعلیم کا اعلیٰ ادارہ تصور کیا جاتا ہے، وہاں سے بھی ماس میڈیا اور ماس کمیونکیشن کے کورسیز میں مسلم نوجوان کم نظر آتے ہیں، ہمارے پاس جدید ذرائع ابلاغ کا نیٹ ورک تیار کرنے کی صلاحیت نہیں تو اس میں اثر ونفوذ تو پاسکتے ہیں، لیکن اس کے لئے بھی اجتماعی غور وفکر، منصوبہ بندی اور اقدام ضروری ہے۔

آخر انسان کس چیز کی تلاش میں ہے؟

شکیل شمسی

آج کل ہر شخص کی صبح لاشیں گننے کے ساتھ شروع ہوتی ہے، اخبار ہو، نیوز چینل ہو یا شوشل میڈیا، ہر جگہ دن بھر موت کے اعداد وشمار ہی دیکھنے کو ملتے ہیں، آج عام آدمی پہلے دیکھتا ہے کہ دنیا میں کتنے مرے، پھر دیکھتا ہے ملک میں کتنے مرے اور پھر دیکھتا ہے کہ اپنے شہر میں کتنے کورونا کی بھینٹ چڑھ گئے اور ان اجتماعی اموات کی خبروں سے نہ تو کسی کی آنکھ نم ہوتی ہے، نہ معمولات زندگی میں کوئی فرق پڑتا ہے، ان حالات میں صحافیوں کی حالت تو اور بھی بدتر ہوگئی ہے اور وہ اس وبا کے دوران لاشیں گننے والی مشین بن چکے ہیں، حالانکہ صحافت پڑھتے وقت تو انہوں نے یہی پڑھا تھا کہ ہلاکتیں جتنی بڑھتی جائیں گی خبر اتنی ہی بڑی ہوتی جاتی ہے، لیکن کرونا کی ہلاکت خیز خبروں نے صحافت کے اس سبق کو غلط ثابت کردیا ہے اور صحافیوں کے ذہنوں میں بھی بے حسی چھائی ہے، مگر بے حسی کے اسی دور میں ایک ایسی خبر موصول ہوئی کہ ذہن کو بڑا جھٹکا لگا، مختلف ایجنسیوں کے ذریعہ معلوم ہوا کہ فلم انڈسٹری کے ایک کامیاب ہیرو اور ہر دن ترقی کی منزلوں کو چھو رہے اداکار سوشانت سنگھ راجپوت نے ممبئی کے باندرہ علاقے میں واقع اپنے گھر میں خودکشی کرلی۔ واضح ہو کے سوشانت کا تعلق پٹنہ کے ایک متوسط آمدنی والے کنبے سے تھا، لیکن اپنی محنت اور لگن سے انہوں نے پہلے ٹیلی ویژن کی سیڑھیوں میں نام کمایا اور پھر اچانک فلمی دنیا میں قدم رکھ کر خود کو فلم انڈسٹری کا ایک اہم نام بنالیا۔ ان کے بارے میں بھی لوگ یہی کہتے ہیں کہ جس طرح شاہ رخ خان نے ٹیلی ویژن کے پردے سے چھلانگ لگا کر فلمی دنیا کی چوٹی سر کرلی، اسی طرح کچھ ہی برسوں میں سوشانت بھی ایسی چھلانگ لگائیں گے۔ مگر ایک کامیاب کیریئر پانے اور زندگی میں من چاہا مقام حاصل کرنے کے بعد بھی اگر ان کا جسم پھانسی کے پھندے پر جھولتا نظر آیا تو عقل کا گنگ ہونا لازمی ہے۔ سوشانت کی پھانسی پر لٹکتی لاش بتاتی ہے کہ جس چیز کو لوگ کامیاب زندگی کا معیار سمجھتے ہیں وہ اپنے آپ میں کتنا بڑا اسراب ہے، جب کوئی شہرت کی منزلوں کو تیزی سے طے کررہا ہو، کوئی نوجوان اپنے بوڑھے باپ کو چھوڑ کر اس دنیا سے چلے جانے کو ترجیح دے تو اس وقت عقل حیران رہ جاتی ہے کہ انسان کس چیز کی تلاش میں ہے اور کس چیز نے اس کو موت سے ہمکنار ہونے پر مجبور کردیا، سمجھ میں نہیں آتا کہ باہر سے چکا چوند بھری زندگی کے اندر کونسی ایسی خواہشیں تھیں جن کے پورا نہ ہونے کی وجہ سے انسان ڈپریشن میں مبتلا ہوجاتا ہے، کیوں اپنے چمکدار کیرئر چھوڑ کر ایک نوجوان پوری دنیا سے کنارہ کرلیتا ہے، سوشانت سنگھ راجپوت کی زندگی ایسی تھی کہ جس کو اپنا کیریئر بنانے کے لیے ہندوستان کے لاکھوں نوجوان بے تاب تھے، مگر آج ان کو پتہ چلا ہوگا کہ خواب جیسی زندگی کی تعبیر کتنی ہولناک ہے، اصل میں آج کے نوجوان چمچماتی ہوئی جس زندگی کے پیچھے بھاگ رہے ہیں اس زندگی کا ہر پل نقلی ہے، اس زندگی کا ہر لمحہ بناوٹی ہے اور یہ بناوٹی پن جن پر عیاں ہوتا ہے تو وہ امتحان میں فیل ہونے پر، نوکری چھوٹ جانے پر، کبھی بیماری سے تنگ آکر اور کبھی ماں باپ کی تمناؤں کو پورا نہ کرنے کی وجہ سے موت کو گلے لگالیتے ہیں، اور ایسا کرتے وقت یہ وہ بھی نہیں سمجھتے سوچتے کہ جن ماں باپ نے ان کو بہت لاڈ پیار سے پالا ہے ان پر کیا گزرے گی، حالانکہ یہ بھی سچ ہے کہ کبھی کبھی ماں باپ اپنے بچوں پر کیرئر کو لے کر اتنا دباؤ ڈالتے ہیں کہ بچے موت کو گلے لگالینے پر مجبور ہوجاتے ہیں، اور کچھ والدین اپنی اولاد سے اتنی توقعات وابستہ کرلیتے ہیں کہ بچے ان کی آرزوؤں کے نیچے دب کر جان دے دیتے ہیں، بہرکیف، ایک جواں سال اداکار کی موت پر ہمیں بھی بہت افسوس ہے اور ہم دعا کرتے ہیں کہ نوجوانوں میں خودکشی کرنے کا جو رجحان پیدا ہورہا ہے وہ کم ہو۔